بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

مسلسل اشاعت کے اکتالیس سال

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ الحق

487

صفر ۱۴۲۷ھ

مارچ 2006

مدیر مسئول مولانا سمیع الحق

معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری

اپیل

محترم! دارالعلوم حقانیہ کی علمی، ملی و دینی ہمہ گیر خدمات سے بحمدللہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پُرفتن دور میں ایسے مرکز علوم رسالت کی اہمیت وضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، اصلاح وارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی ذمہ داری ملک و بیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلباً نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تا قیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جو کہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف سوا کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں، صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلباً علوم نبویہ سے ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیر اثر حلقہ احباب واہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کے لئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کے لئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔ **واجرکم علی اللہ۔**

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: یوبی ایل اکوڑہ خٹک 7 -01 نیشنل بینک اکوڑہ خٹک 5 - 17

مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 6 - 1120

Email: editor_alhaq@yahoo.com

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

جلد نمبر ــــ 41

شمارہ نمبر ــــ 06

صفر ــــ ۱۴۲۷ھ

مارچ ــــ ۲۰۰۶ء

مدیر	نگران	مدیر اعلیٰ
حافظ راشد الحق سمیع حقانی	حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ	حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: صدر بش کی پاکستان آمد کے موقع پر سینکڑوں بے گناہ قبائل، معصوم طلباء اور علماء کا وحشیانہ قتل عام	راشد الحق سمیع حقانی	۲
اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال۔ (درس ترمذی)	حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ	۴
اے خاصہ خاصان رُسلؐ وقت دعا ہے	حضرت مولانا عتیق الرحمان سنبھلی	۱۱
اطاعتِ رسولؐ کے انقلابی اثرات	حضرت مولانا محمد انوار الحق صاحب	۱۶
حضرت السید اسعد مدنیؒ (شخصیت وخدمات) (قسط ۱)	مفتی السید محمد مظہر اسعدی	۲۰
زیتون کی کرشمہ سازیاں اور قرآن کی ایک عظیم پیشن گوئی	مولانا انیس الرحمان ندوی	۲۸
مسلماں کو مسلماں کردیا طوفان مغرب نے	پروفیسر رشید احمد انگوی	۴۴
حالتِ نماز میں موبائل فون / الکحل ملی ہوئی ادویات وغیرہ کا شرعی حکم	مولانا مفتی مختار اللہ حقانی	۴۸
افکار و تاثرات	ادارہ	۵۷
دارالعلوم کے شب وروز	شفیق الدین فاروقی	۵۸
تبصرہ کتب	مولانا ابرار اللہ حقانی	۶۰

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار حضرات کے خیالات و آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر (0923)630340-630435

ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/20 روپے سالانہ -/200 بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر

پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک' منظور عام پریس، پشاور

کمپوزنگ: بابر حنیف

نقش آغاز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

راشد الحق سمیع حقانی

صدر بش کی پاکستان آمد کے موقع پر

سینکڑوں بے گناہ قبائل، معصوم طلباء اور علماء کا وحشیانہ قتل عام

عالمی استعمار امریکہ کے صدر جارج بُش کی ۳ / مارچ کو پاکستان آمد کے موقع پر حکومت پاکستان نے حسب سابق اور حسب روایت وزیرستان میں ۴۵ سے زائد معصوم، بے گناہ اور نہتے شہریوں کو وحشیانہ بمباری کا نشانہ بنا کر خونی صدر بُش کو خوش کرنے کا اہم تحفہ دیا۔ لیکن اس کے باوجود صدر بُش اور حامد کرزئی دونوں نے کابل میں مشترکہ پریس کانفرنس میں پاکستان کے اقدامات کو ناکافی قرار دیا اور اپنی ناراضگی کا برملا اظہار کیا۔ پھر ۴ / مارچ کو جب بُش پاکستان میں موجود تھے، حکمرانوں نے آقا کو مزید وفاداری کا ثبوت دینے اور خوش کرنے کے لئے اس موقع پر سینکڑوں معصوم طلباء، علماء اور پُرامن قبائلیوں کے خون کی ہولی میر علی اور میران شاہ شہر کی گلیوں، بازاروں اور محلّوں میں بیدردی کے ساتھ کھیلی گئی۔ اس موقع پر مدارس، مسجدیں اور کروڑوں روپوں کی جائیدادیں منہدم کردی گئیں۔ الغرض اپنے ہی عاقبت نااندیش حکمرانوں نے اپنے ہی عوام اور رعایا کی بیخ و بُن نکالنے کی کوئی خونی سعی نہ چھوڑی۔ لیکن اس خونی ''نذرانے'' کے باوجود جہنمی بُش نے ھل من مزید ہی کا تقاضا کیا اور جنرل مشرف پر مزید انتہاپسندوں کے خلاف سخت اقدامات کرنے کا دباؤ ڈالا۔

ستم ظریفی کی انتہا دیکھئے کہ اغیار کو خوش کرنے کیلئے اپنے ہی گھر اور اپنے ہی آنگن میں خون اور آگ کے دریا بہادیئے گئے اور دوسروں کے گناہوں کو ڈھانپنے کیلئے اپنے ہی دامن اور قُبا کے حصے بخرے کردیئے گئے۔ اور اپنی ہی عزت اور آبرو کے آبگینے چکنا چور کردیئے گئے اور اپنے ہی جسم کے دست و بازو کو کاٹنا شروع کردیا۔ قبائل جو پاکستان کی عزت و آبرو اور تحفظ و ناموس و غیرت و حمیت کے اَن مٹ نقوش ہیں، ان کی ساٹھ سالہ پاکستان کے ساتھ وفاداری اور حب الوطنی کو تار تار کردیا گیا۔ پہلے جنوبی وزیرستان کو فوج سے لڑایا گیا اور اب شمالی وزیرستان کو آگ کی بھٹی میں جھونک دیا گیا ہے۔ باجوڑ ایجنسی میں بھی امریکی افواج نے کھلم کھلا مداخلت کرتے ہوئے بمباری کرکے معصوم بے گناہ ۲۰ شہریوں کو اڑادیا۔ لیکن صدر بُش کی زبان پر اس افسوسناک واقعہ پر پاکستانی عوام کے لئے کوئی معذرت کے الفاظ نہیں تھے اور نہ ہی پاکستانی حکومت کے ساتھ اس نے کسی قسم کا سیاسی، تجارتی اور دفاعی معاہدہ کیا۔ اس موقع پر صرف ڈانٹ ڈپٹ پاکستانی حکمرانوں کی کی گئی اور باقی سب کچھ ہندوستان کی جھولی میں پیش کردیا گیا۔ کیونکہ اس اَمر میں کوئی گنجائش نہیں کہ ہندوستان ایک صحیح جمہوری اور اصول پسند ملک ہے اور وہ کرائے کے سپاہی والا کردار بھی ادا نہیں

کررہا۔ اسی لئے اس غیرت وحمیت اور شاندار جمہوری روایات کے بدلے میں ہندوستان کے ساتھ ایٹمی معاہدہ اور دیگر توانائی کے شعبوں میں بھی امریکہ نے کئی اہم معاہدے کئے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ صدر بش کا دورۂ پاکستان حکمرانوں کے منہ پر طمانچہ مارنے کے مترادف ہے۔ غیرت وحمیت کو محسوس کرنے اور دیکھنے کیلئے دنیا کے بازاروں میں اگر کوئی چشمہ دستیاب ہوتا تو بڑی سے بڑی قیمت ادا کر کے پاکستانی قوم اسے خرید لیتی اور اپنے کورچشم حکمرانوں کی آنکھوں پر چڑھاتی کہ اب تو اپنی اصل حیثیت کو پہچان لو۔ تم کب تک اپنے مظلوم ہم وطن بھائیوں کے خون کے نذرانے پیش کرو گے؟ اور کب تک دوسروں کی خوشنودی کیلئے اپنے گھر کو جلاؤ گے؟ قرآن کا واضح حکم ہے کہ یہود ونصاریٰ تم سے اس وقت تک خوش نہیں ہوں گے جب تک کہ تم مکمل ان کی اتباع نہیں کرو گے اس وقت تک وہ تم سے راضی نہیں ہونگے۔ اگر تم سارے پاکستانیوں کو بھی شہید کردو تب بھی امریکہ اور اسکے حواری تم سے خوش نہیں ہونگے۔ اب بھی وقت ہے تم اپنی پالیسیوں کو درست کرو اور غلامی کا طوق اپنی گردن سے اتار پھینکو کہ یہی زندہ قوموں کا منشور اور وطیرہ رہا ہے۔ میران شاہ کے معصوم اور بے گناہ شہری اور مدارس کے نہتے علماء تو ہمیشہ کیلئے تاریخ میں امر ہو گئے۔ لیکن کل تمہیں تاریخ کس نام سے یاد رکھے گی؟ اس موقع پر پاکستان کی مذہبی' سیاسی جماعتیں بھی عنداللہ مجرمین کی صف میں کھڑی نظر آ رہی ہیں جو گونگے شیطان کا کردار ادا کر رہی ہیں۔ جنہیں اپنے ہی طبقہ کے علماء طلباء کے قتل عام سے کوئی سروکار نہیں۔ اور وہ اس لئے سنجیدہ اقدامات اٹھانے سے قاصر نظر آ رہی ہیں کہ کہیں ان کا باقی ماندہ اقتدار مقررہ وقت سے پہلے ختم نہ کر دیا جائے۔ پھر خصوصاً وہ مذہبی جماعتیں اس قتل عام میں برابر کی شریک ہیں جنہوں نے جنرل مشرف کو مزید پانچ سال کا وقت دیا اور ان کے ماضی کے بھی تمام ظالمانہ اور غیر آئینی اقدامات کو آئین کا حصہ بنایا۔ طلباء وعلماء کے نام پر سیاست کرنے والے اور ان کے مقدس خون پر اقتدار حاصل کرنے والے کل روز محشر میں رسول اللہ ﷺ اور اللہ کے حضور کس منہ سے کھڑے ہوں گے؟ جمہوریت کے لئے تو ملین مارچ ہو سکتے ہیں لیکن وزیرستان کے حالات پر صرف اخباری بیانات سے کام لینا کہاں کی سیاست اور کہاں کا عدل وانصاف ہے؟ کیا ہم اللہ کے حضور اپنا یہ عذر پیش کریں گے کہ میرانشاہ' وانا اور باجوڑ فاٹا کے علاقے اور گورنر کے اختیارات میں تھے اسلئے ہم نے اس پر کوئی سنجیدہ احتجاج یا وہاں پر مداخلت نہیں کی۔ یہ سب فرضی حیلے بہانے ہیں۔ قوم ابھی ابھی ان بہروپیوں کا اصل چہرہ سینٹ کے الیکشن اور اس کے علاوہ دیگر موقعوں پر خوب دیکھ چکی ہے کہ اعلیٰ قیادت سے لے کر ادنیٰ ایم پی اے اور ایم ایم اے حکومت کے نفسِ ناطقہ ''معروف مفتی'' تک سب بِک گئے۔ کوئی ان میں سے پرچون فروش تھا تو کوئی تھوک فروش۔ حتیٰ کہ ضمیر اور ایمان کی دولت بھی اقتدار کی چوکھٹ پر یہ نیلام کر گئے۔ انہیں وزیرستان کے قتل عام سے کیا غرض؟ لوٹ مار کے یہی چند ماہ رہ گئے ہیں۔ پھر کہاں کا اقتدار اور کہاں کی سیاست۔...... قوم صرف اللہ سے رجوع کرے' مذہبی نام نہاد جماعتیں اور ظالم حکمران تو ان پر ترس نہیں کر رہی ہیں۔ لیکن ہمارا عقیدہ ہے کہ ظلم وبربریت کی سیاہ شب کے بعد صبح صادق ضرور ہوتی ہے۔ وقت کا یہ بہاؤ بھی بہر حال گزر جائیگا۔ یہ قرآن کا وعدہ ہے کہ حزب اللہ ضرور حزب الشیطان پر غالب آئیگی۔

درس ترمذی شریف

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ
ضبط وترتیب: مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی
معاون مفتی دارالافتاء جامعہ حقانیہ

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال
جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

باب ما جاء في تعليم النسب
نسب کی تعلیم کا بیان

حدثنا احمد بن محمد ثنا عبدالله بن المبارك عن عبدالملك بن عيسى الثقفي عن يزيد مولى المنبعث عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال: تعلموا من أنسابكم ما تصلون به أرحامكم فإن صلة الرحم محبة في الأهل، مثراة في المال منسأة في الأثر...... هذا حديث غريب من هذا لوجه...... ومعنى قوله، منسأة في الاثر، يعني به الزيادة في العمر.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرۃ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ اپنے نسب کا علم اس قدر حاصل کرلو کہ اس کے ذریعے تم قرابتداری کے حقوق ادا کرسکو۔ کیونکہ صلہ رحمی سے اپنوں میں محبت پیدا ہوتی ہے، مال زیادہ ہوتا ہے اوراَجل (موت) میں تاخیر ہوتی ہے۔...... یہ حدیث اس طریق کے ساتھ غریب ہے۔ اور اس قول (منسأۃ فی الاثر) کا معنی ہے، ''عمر میں زیادتی ہونا''

توضیح وتشریح: تعلموا من أنسابكم ماتصلون به أرحامكم: اپنے نسب اور آباؤ اجداد کو پہچاننا بھی ایک حد تک ضروری ہے، کیونکہ براور صلہ، اپنے اقرباء اور رشتہ داروں کے تعارف کے بغیر نہیں ہوسکتا، جبکہ صلہ رحمی کی اسلام میں بہت تاکید کی گئی ہے۔ اس وجہ سے اپنے باپ کی طرف کے آباؤ اجداد اور ماں کی طرف کے آباؤ اجداد کے نام ونسب وغیرہ معلوم کرنا ضروری ہے تاکہ اپنے اقرباء اور رشتہ داروں کو پہچان سکو، اور صلہ رحمی اور حقوق رشتہ داری میں أقرب فالاقرب اور درجہ بدرجہ ہر ایک کو اس کا حق ادا کرسکو۔ اس وجہ سے جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے انساب پہچاننے کی تعلیم دی ہے۔ کہ صلہ رحمی کے خاطر نسب کو معلوم کرو۔ فخر وغرور کے لئے اپنے آباؤ اجداد کو یاد کرنا اور اپنے عالی نسب ہونے کی بناء پر دوسروں سے اپنے آپ کو بہتر سمجھنا یہ شرعاً حرام اور ناجائز ہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ جس کو اس کا عمل پیچھے چھوڑ دے، تو اس کا نسب اسے آگے نہیں بڑھا سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ تم میں سے

اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ غیرت مندوہ ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہو۔ آباؤ اجداد پر فخر وتکبر کرنا کہ ’پدرم سلطان بود‘ اس کو دین اسلام نے جڑ سے اکھاڑ پھینک دیا ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ: کلکم بنو آدم و آدم من تراب الحدیث ’’تم سب آدم (علیہ السلام) کی اولاد ہو اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے ہیں۔‘‘

کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی برتری نہیں‘ کالے کو گورے پر اور گورے کو کالے پر کوئی فوقیت حاصل نہیں‘ اللہ کے نزدیک زیادہ عزت مند وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔

غرض فخر ومباہات کو اسلام نے ختم کر دیا ہے اور اپنے نسب کا علم حاصل کرنا اس ارادے سے کہ اپنے اقرباء کو معلوم کر کے ان کے ساتھ صلہ رحمی‘ اور حسن سلوک کرے یہ ایک عبادت ہے۔

صلہ رحمی کے بعض دنیوی فوائد: فان صلة الرحم محبة فی الأهل‘ مثراة فی المال‘ منساة فی الاثر: پس یقیناً صلہ رحمی سے قرابتداروں میں محبت بڑھ جاتی ہے۔ مال زیادہ ہوتا ہے‘ اور اُجل (موت) میں تاخیر ہوتی ہے۔

محبت کا بڑھ جانا: محبت کا بڑھ جانا ظاہر ہے کیونکہ جب کوئی آدمی اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے ان کے دکھ درد میں شریک ہوتا ہے۔ بیمار پرسی کرتا ہے اور ان کے ساتھ مالی تعاون کرتا ہے تو لازم ہے کہ اس کے ساتھ ان رشتہ داروں کی محبت پیدا ہوگی۔ اور جوں جوں یہ سلسلہ بڑھتا جاتا ہے اتنی ہی آپس میں محبت بھی بڑھتی چلی جائے گی۔ اور اسی طرح امن ومحبت کا ایک خوشحال معاشرہ وجود میں آئے گا۔

مال میں اضافہ: مثراة فی المال: یعنی صلہ رحمی سے مال زیادہ ہوتا ہے۔ اگر ظاہری نظر سے دیکھا جاوے تو معاملہ برعکس ہونا چاہیے کیونکہ قرابتداروں کیساتھ حسن سلوک کرنے اور ان کے حقوق ادا کرنے میں مال صرف ہوتا ہے‘ کیونکہ قرابتداری کے بہت سے حقوق ایسے ہیں جن کا تعلق مال خرچ کرنے سے ہے۔ اور ان میں کافی حصہ مال کا خرچ ہوتا ہے‘ جس سے بظاہر مال کم ہوتا ہے‘ لیکن شریعت مقدسہ کی رو سے معنوی اور روحانی اثرات عموماً مادی اندازوں کے خلاف ہوتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: یمحق الله الربوٰ ویربی الصدقات‘ (الایۃ) سود کے مال کو اللہ تعالیٰ مٹاتا ہے۔ اور صدقات سے مال کو اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے اور یہ بھی ظاہر کیخلاف ہے‘ کیونکہ ظاہر میں تو صدقات سے مال کم ہوتا ہے۔ اور سود سے مال زیادہ ہوتا ہے‘ لیکن خزانہ غیب کی طرف سے اسکے برعکس صلہ مل جاتا ہے۔ اور جو اپنا مال صدقات میں خرچ کرتا ہے‘ وہ مال دن بدن بڑھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکے مال میں برکت ہوتی ہے‘ اور صدقہ کرنے سے مال کبھی کم نہیں ہوتا ما نقصت مال من صدقه اور اس کے برعکس سود کرنے والوں کے ساتھ اگر عارضی کچھ وقت کے لئے سرمایہ زیادہ بھی جمع ہو جائے‘ لیکن انجام کار اس کا‘ خسارہ اور ہلاکت ہے‘ جیسا کہ موٹاپا کے مریض کا بدن ورم کی وجہ سے موٹا اور تازہ معلوم ہوتا ہے لیکن یہ کوئی صحت مندی نہیں بلکہ موت اور ہلاکت کی تمہید ہے۔ اس وجہ سے جن ملکوں میں سودی نظام رائج ہے وہ بھی

کچھ عارضی ترقی کرنے کے بعد رو بہ تنزل ہو جاتے ہیں اور انجام کار ان کا دیوالیہ پن اور تباہی ہے۔

عمر زیادہ ہونا: منسأۃ فی الأثر:

یعنی صلہ رحمی کرنا اَجل (موت) کی تاخیر کا سبب ہے اور باعث ہے عمر کے زیادہ ہونے کا۔

پھر عمر زیادہ ہونے کا کیا مطلب ہے؟ حالانکہ حدیث میں ہے' جف القلم بما هو كائن ''یعنی جو کچھ ہونے والا ہے قلم اسے لکھ کر خشک ہو چکا ہے۔ پھر مزید کچھ نہیں لکھے گا؟ اور دوسری حدیث میں بھی حدیث باب کی طرح مضمون ذکر ہے' لایرد القضاء الا الدعا و لایزید فی العمر الا البر ۔یعنی قضاء اور تقدیر کو دعا کے علاوہ کوئی چیز بھی رَد نہیں کر سکتا۔ اور عمر میں صلہ رحمی کے علاوہ اور کوئی چیز زیادتی نہیں لا سکتی۔ تو جواب میں کہا جاتا ہے کہ جن چیزوں کو لکھ کر قلم خشک ہو چکا ہے وہ تقدیر مبرم ہے اس میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ اور جس تقدیر میں دعا یا صلہ رحمی وغیرہ اسباب سے تبدیلی آتی ہے وہ تقدیر معلق ہے۔ لہٰذا صلہ رحمی کو جو اس حدیث میں زیادتی عمر کا سبب قرار دیا گیا ہے یہ تقدیر معلق کے اعتبار سے ہے۔ یا عمر زیادہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ یہ آدمی محسن ہے اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے تو جب ایسا آدمی مر جاتا ہے تو مرنے کے بعد بھی طویل مدت تک اس کا ذکر جمیل دنیا میں باقی رہتا ہے۔ اور لوگ اس کے محاسن' اور بھلائی کو یاد کرتے ہیں۔ مرنے کے بعد نیک نام باقی رہنے کو زیادت عمر سے تعبیر کیا گیا۔

قارون ہلاک شد کہ چہل خانہ گنج داشت نوشیروان نہ مُرد کہ نام نکو گذاشت (سعدیؒ)

اور یا زیادت عمر کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صلہ رحمی کرنے والے کی عمر میں برکت ڈال دیتا ہے اور اسکی عمر کو ضائع ہونے نہیں دیتا۔ بلکہ اس کو خیر اور بھلائی کی توفیق دیتا ہے۔ تو اس آدمی کی قلیل عمر میں وہ بہت سے نیک اعمال کرتا ہے اور ایسی ایسی دینی خدمات سرانجام دیتا ہے کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ اس آدمی کی عمر تو سو' ایک سو بیس سال ہوگی حالانکہ اسکی عمر چالیس' پچاس کے قریب ہوتی ہے۔ جیسا کہ مولانا عبدالحئی لکھنویؒ نے بہت ہی قلیل عمر میں بہت اہم تصانیف اور بڑے بڑے علمی کارنامے انجام دیئے۔ اسی طرح مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تصانیف اس سلسلہ میں مشہور ہیں۔ یہی حال حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی کا ہے۔ تو زیادت عمر کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے قلیل عمر میں دین کا بہت کام لے لے۔ یہ ہے عمر کا زیادہ ہونا۔ اور یہ بھی ہے کہ مستحق اور محتاج قرابتدار اور غریب اس کی زندگی کے لئے دعا گو رہتے ہیں تو ان دعاؤں کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کی عمر بڑھا دیتا ہے۔

حضرت مدنیؒ کا دلچسپ واقعہ: حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اپنے استاذ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کے ساتھ مالٹا کے جیل میں گرفتار ہوئے تھے۔ دراصل حضرت مدنیؒ گرفتاری سے بچ سکتے تھے لیکن حضرت شیخ الہندؒ کے گرفتار ہونے پر حضرت مدنیؒ نے رضا کارانہ طور پر اپنے آپ کو ملزم قرار دے کر گرفتاری دے دی۔ تاکہ جیل میں اپنے استاد کی خدمت کرتے رہیں۔ اور پھر یقیناً حضرت مدنیؒ نے استاذ کی خدمت کا حق ادا کر دیا۔ اسی گرفتاری کے دوران حضرت مدنیؒ کے والد محترم بھی فوت ہوئے اور اہلیہ بھی اس فانی دنیا سے رحلت کر گئیں لیکن حضرت مدنیؒ نے

ایسے کٹھن حالات میں بھی استاذ کو تنہا چھوڑ کر جیل سے نکلنے کو گوارا نہیں کیا۔ بلکہ بدستور حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ رہ کر خدمت کرتے رہے۔ مالٹا میں سخت سردی ہوتی تھی حضرت مدنیؒ پانی سے لوٹا بھر کر رات کو بستر میں اپنے سینے سے لگائے رکھتے تھے۔ جب حضرت شیخ الہندؒ رات کے آخری حصے میں اٹھتے تو اس وقت تک حضرت مدنیؒ کے بدن کی حرارت سے وہ لوٹا کچھ نیم گرم ہو چکا ہوتا تھا۔ حضرت مدنیؒ یہ گرم پانی اپنے استاذ کو وضوء کے لئے پیش کر دیتے۔ (ان خدمات اور خلوص کے بدولت اللہ تعالیٰ نے حضرت مدنیؒ کو مقام عطا فرمایا) اسی سفر کے بارے میں حضرت مدنیؒ نے سفر نامہ ''اسیر مالٹا'' بھی لکھا۔ اس میں ایک واقعہ تحریر فرمایا ہے کہ مالٹا میں ایک قبرستان تھا۔ اس میں بعض قبریں لمبی اور بڑی ہوتی تھیں اور اس پر چار سال یا پانچ سال عمر لکھی ہوتی تھی۔ اور بعض قبریں نسبتاً چھوٹی ہوتی تھیں اور ان پر عمر ۱۸، ۲۰ سال لکھی ہوتی، دیکھ کر تعجب ہوتا تھا کہ قبر بڑی ہے اور مردہ بڑی عمر کا آدمی معلوم ہوتا ہے اور اس پر عمر تین سال یا پانچ سال لکھی ہے۔ یہ کیوں؟ سبب پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ قبرستان عیسائیوں کا ہے اور وہ اس صرف اس عمر کو عمر کہتے ہیں جو عیسائیت کی تبلیغ میں گزر چکی ہو، پس اگر کسی کی عمر سو سال ہو لیکن اس نے دین عیسائیت کی خدمت میں چار پانچ سال گزارے ہیں تو اس کی قبر پر صرف چار سال یا پانچ سال عمر لکھی جائے گی۔ پس اصل عمر وہ ہے جو دین اسلام کی خدمت میں گزر جائے حدیث کا مطلب بھی یہ ہوا کہ جس کی عمر کو اللہ تعالیٰ ضائع ہونے سے بچائے اور اس سے تھوڑی عمر میں زیادہ دینی خدمات لے لے تو گویا اللہ تعالیٰ نے اس کی عمر کو زیادہ کر دیا۔

دن وہی دن ہے شب وہی شب ہے جو تیری یاد میں گزر جائے

باب ما جاء فی دعوة الأخ لأخيه بظهر الغيب

ایک بھائی کا اپنے دوسرے (مسلمان) بھائی کے لئے غائبانہ دعا کرنا

حدثنا عبد بن حميد ثنا قبيصة عن سفيان عن عبد الرحمن بن زياد بن أنعم عن عبد الله بن عمرو عن النبي ﷺ قال: ما دعوة أسرع إجابة من دعوة غائب لغائب. هذا حديث غريب لانعرفه إلا من هذا الوجه، والإفريقي يضعف في الحديث و هو عبد الرحمن بن زياد بن أنعم الإفريقي۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ایک غائب کا دوسرے غائب کے لئے دعا مانگنے سے کوئی اور دعا زیادہ جلدی سے قبول ہونے والی نہیں۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اسے اس طریق کے علاوہ کسی اور طریق سے نہیں پہچانتے۔ اور افریقی جو ہے وہ حدیث کے سلسلے میں ضعیف بتایا جاتا ہے۔ اور وہ ہے عبدالرحمان بن زیاد بن أنعم الافریقی۔

توضیح وتشریح: اس حدیث میں غائبانہ دعا کی فضیلت اور بہتری کا بیان ہے کہ غائب کی دعا، دوسرے غائب

کے لئے بہت ہی جلد قبول ہو جاتی ہے۔اور اس سے زیادہ کوئی دعا جلدی قبول ہونے والی نہیں۔اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ دعا زیادہ مقبول ہے جو کہ زیادہ خلوص اور صدق نیت سے مانگی جائے۔اور کسی آدمی کا دوسرے کے لئے غائبانہ طور پر خیر کی دعا مانگنا خلوص نیت اور صدق دل سے ہی ہوتا ہے۔کیونکہ اس سے کسی کو دکھانا' سنانا مقصود نہیں ہوتا' اور نہ ہی مدعولہ کو خوش کرنا مقصود ہوتا ہے۔کیونکہ وہ تو نہیں دیکھتا ہے کہ یہ آدمی میرے لئے خیر کی دعا مانگتا ہے' پس ظاہر ہے کہ یہ آدمی دل کی تڑپ کے ساتھ اس آدمی کے لئے خیر پہنچانے کا طلبگار ہے اور اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے خیر کی دعا مانگتا ہے' تو اس کمال اخلاص کی وجہ سے اللہ اس دعا کو سب سے زیادہ جلدی سے قبول فرمالیتا ہے۔اگر چہ روبرو دعا کرنا بھی اچھا ہے' لیکن غائبانہ دعا جلدی قبول ہو جاتی ہے۔لہذا اپنے اساتذہ' والدین' اور ساتھیوں' دوستوں کے لئے غائبانہ طور پر دعائیں مانگا کریں۔مثلاً میرے فلاں ساتھی کو بھی اللہ تعالیٰ عالم باعمل بنادے۔

باب ما جاء فی الشتم

گالیاں دینے (کی مذمت) کا بیان

حدثنا قتیبة ثنا عبدالعزیز بن محمد عن العلاء بن عبدالرحمن عن أبیه عن أبی هریرة ان رسول الله ﷺ قال: المستبان ماقالا فعلی البادیٔ منهما مالم یعتد المظلوم......... وفی الباب عن سعد و ابن مسعود وعبدالله بن مغفل...... هذا حدیث حسن صحیح۔ (ترجمہ) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ایک دوسرے کو گالیاں دینے والے دونوں آدمی جو کچھ بھی کہیں گے تو اس کا گناہ ابتداء کرنے والے پر ہے۔جب تک مظلوم آدمی نے تجاوز نہ کیا ہو۔ .... باب میں حضرت سعد اور حضرت ابن مسعود اور حضرت عبداللہ بن مغفلؓ سے بھی روایات ہیں۔یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

توضیح وتشریح: المستبان: تثنیہ ہے مستب کا۔اور مستب اسم فاعل ہے' استباب' باب افتعال سے' یعنی وہ دو آدمی جو ایک دوسرے کو گالیاں دیتے ہوں' ماقالا ' أی اثم ما قالا ۔یعنی ان دونوں نے جو کچھ بھی کہا تو اس سب کا گناہ ابتداء کرنے والے پر ہوگا۔کیونکہ پہل کرنے والا اس مشاجرہ اور مخاصمہ کا سبب بن گیا ہے۔

کیا گالی کا جواب گالی سے دینا جائز ہے: فعلی البادیٔ منهما الخ: پس اس کا گناہ ان دونوں میں پہل کرنے والے پر ہے۔اس کا ایک مطلب یہ بیان کیا گیا ہے' کہ دونوں نے ایک دوسرے کو جتنی بھی گالیاں دی تو ان سب کا گناہ پہل کرنے والے پر ہوگا۔اور جب تک کہ اس مظلوم آدمی نے حد سے تجاوز نہ کیا ہو' اس وقت تک اس پر کوئی گناہ نہ ہوگا۔اور جب وہ مظلوم تعدی وتجاوز کرے تو پھر گناہ صرف ابتداء کرنے والے پر نہ ہوگا۔بلکہ یہ دوسرا بھی حد سے تجاوز کرنے کی وجہ سے اس کے ساتھ گناہ میں شریک ہوگا۔تجاوز کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کو ایک گالی دے۔تو یہ جواب میں دو گالیاں دے' یا جواب میں اس کو بھی گالی دے اور اس کے ماں باپ کو بھی گالیاں دے۔(جیسا

کہ بعض پٹھان لوگ اس طرح کرتے ہیں) اس صورت میں دونوں گنہگار ہوں گے۔ وہ گالیاں دینے کی وجہ سے اور یہ تجاوز کرنے کی وجہ سے۔ اس تشریح کے مطابق گالی دینے والے کو برابر اور مساوی جواب دینے سے آدمی گنہگار نہ ہوگا۔ اور گالی کا جواب اس کے برابر گالی سے دینا جائز ہوگا۔ دوسرا مطلب اس حدیث کا یہ بیان کیا گیا ہے کہ فعلی البادیٔ منهما کا مطلب یہ ہے: کہ دونوں جو بھی کہیں اس کا گناہ ابتدا کرنے والے پر ہوگا۔ وہ خود جو گالی دے اس کا گناہ بھی اس پر ہے۔ اور دوسرا آدمی جو اس کو جواباً گالی دیتا ہے اس کا گناہ بھی اس ابتداء کرنے والے پر ہے' کیونکہ یہ اس کیلئے سبب بنا ہے۔ لیکن یہ مطلب نہ ہوا کہ جواب میں گالی دینے والے پر اپنے قول کا گناہ نہ ہوگا۔ بلکہ گنہگار تو یہ بھی ہے۔ لیکن اسکا گناہ پہل کرنے والے کے بنسبت کم ہے جبتک کہ یہ تعدی نہ کرے' اور جب اس نے تعدی کی تو پھر اسکا گناہ بھی پہلے کے برابر ہوگا اور ہوسکتا ہے کہ اگر تعدی زیادہ ہو تو اس کا گناہ پہل کرنے سے بھی زیادہ ہو جائے۔ (اس تفصیل کے مطابق گالی کے برابر جواب دینا بھی گناہ سے خالی نہیں ہے) فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ "جاز رد کل شتیمة غیر الحد" (در مختار) یعنی ہر گالی کا برابر جواب دینا جائز ہے' بشرطیکہ وہ گالی موجب حد (حد قذف) نہ ہو۔ پس انتقام اور بدلہ لینے کے اصول کیمطابق پہلا قول راجح معلوم ہوتا ہے۔ یعنی گالی کا برابر سے جواب دینا جائز ہے۔ اور حدیث باب سے بھی بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے اور جزئیہ فقہ کے مطابق موجب حد گالی کا جواب دینا جائز نہیں اس کے علاوہ جائز ہے' تاہم جواب نہ دینا اور عفو و درگزر کرنا عزیمت اور زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے

حدثنا محمود بن غیلان ثناء ابو دائود الحفری عن سفیان عن زیاد بن علاقة قال سمعت المغیرة بن شعبة یقول: قال رسول الله ﷺ: لا تسبوا لاموات فتؤذو الأحیاء. وقد اختلف اصحاب سفیان فی هذا الحدیث فروی بعضهم مثل روایة الحفری. وروی بعضهم عن سفیان عن زیاد بن علاقه قال: سمعت رجلاً یحدث عن المغیرة بن شعبة عن النبی ﷺ نحوه.

ترجمہ: حضرت زیادہ بن علاقہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت کرتے ہوئے سنا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم مُردوں کا گالی نہ دو کہ اس کی وجہ سے زندوں کو تکلیف پہنچاؤ گے۔ اور حضرت سفیان کے شاگردوں کو اس حدیث میں اختلاف ہوا ہے' پس بعض شاگردوں نے تو اسے حَفَری کی طرح روایت کیا ہے' اور بعض نے عن سفیان عن زیاد بن علاقه قال سمعت رجلاً یحدث عن المغیرة بن شعبة عن النبی ﷺ نحوه (یعنی حضرت سفیان کے بعض شاگردوں نے زیاد بن علاقہ کا حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے براہ راست سننا نقل نہیں کیا ہے۔ بلکہ انہوں نے زیاد بن علاقہ کا ایک اور آدمی سے سننا نقل کیا ہے جو کہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت کرتا تھا' کہ جناب رسول اللہؐ اسی طرح فرمایا کرتے تھے۔)

توضیح و تشریح: لاتسبوا الاموات فتو ذو الأحیا۔ مُردوں کو گالی نہ دیا کرو کہ جس کی وجہ سے زندوں کو تکلیف پہنچاؤ۔ مُردوں کو گالی دینا بھی جائز نہیں۔ جیسا کہ شیعہ و روافض کی عادت ہے کہ انکے مذہب کی بنیاد ہی گالیاں

دینے پر ہے۔...... تاریخ سے مردوں کو نکال کر انہیں گالیاں دیتے ہیں' حالانکہ مردوں کے عیوب کو بیان کرنے سے احادیث مبارکہ میں منع آیا ہے' قرآن کریم کی تعلیم بھی یہ ہے کہ اسلاف کیساتھ دلوں میں کدورت نہ رکھے۔ ان کے ساتھ بغض و کینہ رکھنا خسارے کی بات ہے' اس لئے اللہ تعالیٰ سے ان کیلئے مغفرت کی' اور اپنے دلوں کو انکے ساتھ بغض و کینہ سے پاک رکھنے کی دعا کریں۔ ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان۔- ولاتجعل فی قلوبناغلاًللذین آمنوا ربنا إنک رؤف رحیم(الایة) ''اے ہمارے پروردگار ہماری اور ہمارے ان بھائیوں کی مغفرت فرما جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے تھے اور ہمارے دلوں میں (تمام) ایمان لانے والوں کے ساتھ بغض و کینہ پیدا نہ کر۔ اے ہمارے پروردگار بے شک تو بہت مہربانی کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ ''...... بعض اسلاف سے کسی نے مشاجرات صحابہ سے متعلق پوچھا کہ ان میں سے کون حق پر تھے؟ اور انکے اختلافات کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ: اللہ تعالیٰ نے ہمارے نیزوں اور ہمارے ہاتھ کو ان کے خون سے رنگنے سے محفوظ فرمایا ہے۔ تو ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنی زبانوں کو بھی اس میں آلودہ نہ کریں

فتوذوا الاحیاء: یعنی مردوں کو گالی نہ دیں کہ اس سے تم زندوں کو تکلیف پہنچاؤ گے۔ یعنی مُردوں میں تو ادراک نہیں ہے۔ ان کو تو بظاہر کچھ تکلیف نہیں پہنچے گی۔ لیکن ان کے زندہ متعلقین' مثلاً ان کی اولاد کو' شاگردوں' مریدوں اور رشتہ داروں کو تکلیف پہنچے گی' کسی کی بھی ایذا رسائی حرام ہے' یہ ایک اور برائی ذکر ہوئی' مردوں کو گالی دینے کی۔

حدثنا محمود بن غیلان ثنا وکیع ثنا سفیان عن زبید ابن الحارث عن ابی وائل عن عبداللہ قال: قال رسول اللہ ﷺ و "سباب المسلم فسوق وقتاله کفر" قال زبید قلت لابا وائل : انت سمعته من عبداللہ ؟ قال نعم هذا حدیث حسن صحیح۔ ترجمہ: حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس کے ساتھ لڑنا کفر ہے' حضرت زبید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو وائل سے پوچھا کہ کیا تو نے یہ روایت حضرت عبداللہؓ سے سنی ہے۔ تو اس نے کہا ''ہاں'' (میں نے سنی ہے) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

توضیح و تشریح: سباب المسلم فسوق وقتاله کفر:

مسلمان کو گالی دینا فسوق ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے۔ فسوق کا معنی ہے خروج' نکلنا۔ پس فسوق کا معنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری سے نکلنے کا ہے۔ فسوق' عصیان سے اشدتر ہے' بدلیل قوله تعالیٰ۔ وکرّہ إلیکم الکفر و الفسوق و العصیان۔(الایة) اس آیت کریمہ میں کفر کے ساتھ متصل فسوق کا ذکر فرمایا ہے اور عصیان کو اس کے بعد ذکر فرمایا۔ حاصل یہ کہ مسلمان کو گالی دینا بڑی نافرمانی ہے۔

وقتاله کفر: اور اس کے ساتھ لڑنا کفر ہے' اس کا ایک مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ کفر ہے' یعنی کافرانہ فعل ہے' مسلمان کو لائق نہیں کہ مسلمان سے لڑے۔ یا یہ مطلب ہے کہ مفضی الی الکفر ہے' کفر کی طرف پہنچانے والی چیز ہے۔ اور یا یہ مطلب ہے کہ مستحل ہوا اور اس کے ساتھ قتل و قتال کو حلال سمجھتا ہو تو پھر کفر ہے۔

حضرت مولانا عتیق الرحمان سنبھلی *

اے خاصہ خاصان رُسل وقت دعا ہے!

9/11 کے حادثہ پر صدر بش نے اپنے جوابی فوجی عزائم کے اظہار کے لئے ''کروسیڈ'' (Crusade) کا نعرہ لگایا تھا۔ یہ وہ لفظ تھا جو فلسطین میں مسلمانوں کے خلاف مسیحی یورپ کے دورِ وحشت کی جنگی مہمات کے اس طویل سلسلہ کو یاد دلاتا تھا جو صلیبی جنگوں کے نام سے معروف ہے اور جس کے مدافعت آج کا یورپ نہیں کر پاتا۔ بس اس لفظ پر جب پکڑ ہوئی کہ 'اچھا آپ اسی دورِ وحشت میں لوٹ گئے ہیں؟ تو صدر صاحب نے یقین دلایا کہ نہیں نہیں' انہوں نے یہ لفظ اس تاریخی مفہوم میں نہیں بولا تھا' لیکن یہ لفظ ان معنوں میں موصوف نے بولا ہو یا نہ بولا ہو اان کی ''کروسیڈ'' کے آغاز سے حالات رخ ایسا ہی اختیار کرتے گئے ہیں کہ ''صلیبیت'' کی ایک نئی تاریخ کے آغاز کا اندیشہ پیدا کریں اور اب ڈنمارک سے اٹھنے والے جس کارٹونی فتنہ پر عالم اسلام اس وقت (فروری ۲۰۰۶ء میں) سراپا احتجاج ہے' اس کے مقابل میں پورے مغرب (بشمول امریکہ) نے جس طرح ڈنمارک کے ساتھ بیک آواز یکجہتی کا اظہار کر کے اسے سہارا دیا ہے کہ پیچھے ہٹنے کی ضرورت نہیں۔ اس پر اگر گمان ایک انداز میں صلیبی مسیحیت لوٹ آنے اور ایک نئی کروسیڈ کا بگل بجا دیئے جانے کا گزرنے لگے تو کیسے اسے بیجا کہا جاسکے گا؟ خدا کرے کہ یہ گمان و اندیشہ غلط ہو' کہ یہ ہماری دنیا کے لئے نیک فال نہیں ہے۔

ڈنمارک سے یکجہتی کے اظہار کی ضرورت کا حوالہ یہ ہے کہ ڈنش حکومت سے جو مطالبہ کارٹونوں کی اشاعت پر معافی مانگنے اور کارٹونوں بنانے اور شائع کرنے والوں کی سزا دینے کیا جارہا ہے۔ یہ مغرب سے اس کے اصول آزادی زبان و قلم (Freedom of speech) سے دستبردار ہونے کا مطالبہ ہے جبکہ یہ آزادی جدید مغربی سوسائٹی کی وہ قدر ہے کہ اس کی ساری ترقیوں اور کامرانیوں کا راز ہی اس میں مضمر ہے۔ بالکل بجا' مگر یہ آسٹریا نامی ایک ملک بھی تو اسی مغربی دنیا کا حصہ ہے اور آج وہی یورپین یونین کا صدر بھی ہے۔ اس کا یہ رویہ کیونکر مغرب کو قابل قبول ہے کہ ایک برطانوی شہری کو اس نے اس ''جرم'' کے الزام میں قید کیا ہوا ہے کہ وہ یہودیوں کے ''ہولوکاسٹ'' نام ایک ایسے سیاسی ''عقیدہ'' کو بے بنیاد قرار دیتا ہے۔ جس کا تعلق تاریخ سے ہے؟ یہ صاحب ایک معمر برطانوی مورخ مسٹر

---

* چیئر مین ورلڈ اسلامک فورم۔ یو۔ کے

ڈیوڈ اِرونگ(David Irving) ہیں۔جن کے خلاف مقدمہ کی سماعت اسی فروری کی ۲۰ تاریخ کو ہونے جارہی ہے۔اور مزید یہ بھی تو‘ کہ مغرب اب اپنی دنیا میں اکیلا تو نہیں رہ رہا ہے۔دنیا کو تو اسی کی ترقیوں نے مشرق ومغرب کے فاصلے مٹا کے اب ایک ایسی ملی جلی بستی میں بدل دیا ہے کہ خود مغرب نے اس کا نام گلوبل ولیج (Global village) دکھا ہوا ہے۔اس بدلی ہوئی دنیا میں کیسے یہ بات معقول اور (مغرب کی زبان میں)Reasonable ہوسکتی ہے کہ مغرب صرف اپنی قدروں ہی کو دیکھئے؟ کیا یہ نئی صورتِ حال اس سے تقاضہ نہیں کرتی کہ دوسروں کے لئے اس واجبی خیال ولحاظ کا رویہ اختیار کیا جائے جسے انگریزوں کی زبان میں Accomodation کہتے ہیں؟ مغرب کو اپنی جس Civility (سماجی آداب) پر بڑا ناز ہے۔اور بے شک بالکل بے وجہ بھی نہیں ہے‘ کہ ذرا ذرا سی بات میں ''سوری'' اور ''تھینک یو'' اس کی زبان پر آپڑتا ہے‘ کیا یہ ناز واقعی اس صورت حال میں بھی بامعنی رہتا ہے کہ دوسروں کے بارے میں اس Civility کے تقاضوں کو ان کے صرف انہیں احساسات تک محدود رکھا جائے جن احساسات میں مغرب کا اور ان کا اشتراک ہے۔مگر وہ احساسات جن سے مغرب کا دل ناآشنا ہو ان کے لئے کوئی جگہ مغرب کی مایہ ناز آداب پسندی میں نہ نکل سکے؟

مغرب کو اپنی باخبری پر بڑا ناز ہے۔اور بے شک وہ اس کا حقدار بھی ہے۔خاص کر اہل اسلام کے سلسلہ میں تو اس نے وہ اسٹڈی کررکھی ہے کہ شاید ہی کسی دوسری قوم کو اس کا اتنا حصہ ملا ہو۔کیا اس کے باوجود اسے اس حقیقت سے بے خبر سمجھنے کی گنجائش نکل سکتی ہے کہ مسلمانوں کی کوئی حس اپنے پیغمبر ﷺ کے بارے میں ان کے احساسات تکریم سے زیادہ نازک نہیں ہے اور یہ حساسیت خود اسلام کی تعلیم کا نتیجہ ہے۔یعنی وہ مسلمان صرف نام کا مسلمان ہے جسے یہ حس نہ ملی ہو۔چنانچہ اس حس پر چوٹ میں وہ اپنے ہوش وحواس کھودینے کی حد تک چلے جاتے اور اپنے غصہ کے اظہار میں بے تکلف جانیں دے ڈالتے ہیں۔مغرب کی سرزمین کا بہت قریبی واقعہ ملعون رشدی کی ''سیٹانک ورسز'' کی اشاعت کا ہے۔یاد کرلیا جائے کہ کتنی جانوں کا سودا اس پر مسلمانوں نے کرلیا تھا۔ایسے احساسات کو بھی Freedom of Speech کی دیوی کی بھینٹ چڑھنے دینا‘ کیا واقعی اس کی بھی گنجائش کسی سول سوسائٹی کے لئے مانی جاسکتی ہے؟ پھر وہ مغرب کی کونسی مادی اور فکری ترقی ہے جس کے لئے مسلمانوں کے نازک ترین حس سے بے پروائی بہرحال ضروری ہے؟ کچھ پتہ تو ہو ؟

مغرب اپنے تمام رویوں کی بنیاد میں عقلیت واستدلال پسند (Rationalism & Reasoning) کا دعویدار ہے۔مگر کتنے ہی کھلے ذہن سے اس کارٹونی قصہ میں اس کے رویہ کا تجزیہ کیجئے (جیسا کہ اوپر کی سطروں میں کوشش کی گئی) کہیں سے کہیں تک کوئی معقولیت ہاتھ نہیں آتی۔پھر اس غیر معقول رویہ کا سرا کیا ہے؟ واقعات کی ترتیب کچھ ایسا ظاہر کررہی ہے کہ یہ سعودی عرب اور لیبیا کی اس ''گستاخی'' کا ردعمل ہے جس کا ارتکاب ان دونوں نے

ڈنمارک سے اپنے سفیر واپس بلا کر کیا ہے۔یعنی مغرب کے احساس برتری کو کچھ اسی طرح کی ٹھیس اس سے لگی ہے جس طرح کی ٹھیس لگنے کا اظہار امریکہ نے 9/11 کے سلسلہ میں کر کے افغانستان کا نشانہ باندھ لیا تھا۔ لیبیا' جس نے ابھی ذرا ہی پہلے تو سپر ڈالی اور لائن میں لگا تھا۔ اور سعودی عرب' کہ اس سے تو ایسے رویہ کا کبھی وہم ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ بھی اسی اسلامیت کے ''چیمپئن'' ہونے کو چل دیئے ہیں جسے مغرب کی بالا دستی قبول نہیں!

مغرب کے زیر بحث رویہ کا یہی صحیح آخری تجزیہ ہو یا کچھ اور' ایک چیلنج کی صورت اس نے بہر حال ملت کے لئے پیدا کر دی ہے' خاص کر ملت کے ان حکمرانوں کیلئے جنہوں نے سعودی عرب اور لیبیا جیسا کوئی قدم بھی اب تک نہیں اٹھایا ہے! ایسے حکمرانوں کی سطح پر جو سوچ اب تک سامنے آئی ہے اس کی نمائندگی سب سے زیادہ پاکستانی اور ایک حد تک ملایشائی اور ترکی کی حکومت کی طرف سے ہو رہی ہے۔ اس حکومتی سوچ کے مطابق راہِ عمل یہ ہے کہ مسلم حکومتوں کی نمائندہ او آئی سی اور یورپ کی یوروپین یونین' ان دونوں کی طرف سے مشترکہ طور پر یو این او میں ایسی قانون سازی کا مطالبہ رکھا جائے جس کی رو سے پیغمبر اسلام ﷺ کی توہین جرم قرار پائے اور پاکستانی اخبارات کے مطابق انکی حکومت کی سطح پر پوری امید ظاہر کی جا رہی ہے کہ یہ تجویز پایہ تکمیل کو پہنچ جائیگی۔ یہ امید اگر واقعۃً پوری ہو جائے تو ہماری حالیہ (ہزیمتوں کی) تاریخ کا ایک معجزہ ہوگا۔ ورنہ عین اسی دوران کی بات ہے کہ یورپی کمیشن کے صدر' جوزمینوئل' کا یہ بیان خود انہیں پاکستانی اخبارات میں نظر آیا ہے کہ ''اظہار رائے آزادی کی جمہوری یورپی اقدار میں شامل ہے اس پر مصالحت نہیں ہو سکتی۔ ہم اس بارے میں ڈنمارک کیساتھ مکمل یکجہتی کا اظہار کرتے ہیں۔'' (جنگ ۱۶/ فروری) اور اس بیان سے قطع نظر بھی کیا جائے تب بھی یہ امید ہرگز ایسی نہیں کہ ایک معجزہ کی امید سے زیادہ مانی جائے۔

ہمارے خیال میں یہ اپنے حکمرانوں کے فہم و ذہانت کی توہین ہوگی کہ اس تجویز اور امید کے بارے میں انہیں سنجیدہ سمجھا جائے۔ وہ مغربی مزاج اور اس کے ارباب سیاست سے اس قدر ناواقف ہرگز نہیں ہو سکتے۔ ہاں' پاکستان میں ان کارٹونوں پر مظاہروں نے جو ایک کھلا سیاسی رنگ اختیار کر کے اسے انٹی مشرف تحریک کی شکل دے دی ہے۔ یہ تجویز اس کے مقابلہ میں ایک سیاسی شعبدہ بازی اور دفع الوقتی کے طور پر ضرور سمجھ میں آ سکتی ہے۔ لیکن یہ مظاہرے اپنی شدت کے ساتھ ساتھ کارٹونوں سے متعلق جذبات کے اظہار تک ہی محدود رہے ہوتے تو ذرا بہت گنجائش تھی کہ حکومت اپنی اس تجویز کے کچھ قابل لحاظ ٹھہرائے جانے کی آس باندھے۔ مگر جب مظاہروں کے سب سے بڑے داعی پہلے ہی دن بی بی سی کو انٹرویو میں ان مظاہروں کی شدت کی وجہ کارٹونوں پر غصہ کو نہیں بلکہ مشرف حکومت کی پرو امریکن اور پرو ویسٹ پالیسیوں کو بتائیں تو حکومت کی اس تجویز کا کیا وزن کسی کی نگاہ میں رہ سکتا ہے؟ ۱۴/ فروری کے مظاہرے جن میں بے حد توڑ پھوڑ ہوئی اور دو جانیں بھی گئیں' بی بی سی ورلڈ سروس نے رات کے نو بجے کے پروگرام میں ان مظاہروں کی خبر دیتے ہوئے امیر جمعیت اسلامی جناب قاضی حسین احمد سے کیا گیا انٹرویو نشر کیا۔ اسے سنتے ہوئے

حیرانی ہورہی تھی کہ محترم قاضی صاحب اتنے دن سے سرگرم سیاست میں ہیں مگر اس موقع کو مشرف مخالف سیاست میں استعمال کے لئے ایک موزوں موقع کی نظر سے دیکھتے ہوئے وہ گفتگو میں بھی اس کا کھلا اظہار مناسب خیال فرمارہے ہیں! خود انٹرویو کرنے والی خاتون بھی حیران ہوکر کہ مظاہروں کا عنوان تو ڈینش کارٹون ہیں اور قاضی صاحب کی زبان پر اس عنوان کا حوالہ ہی نہیں آرہا' اپنا سوال دہرانے پر مجبور ہوئی تھی (یا کہیے کہ قاضی صاحب کی بات کو پکا کرنے کے لئے اس سے سوال دہرایا تھا) مگر قاضی صاحب کا جواب جوں کا توں رہا۔ وہ یہی کہنے پر مصر رہے کہ قوم مشرف حکومت کی پالیسیوں کے خلاف غصہ ظاہر کررہی ہے اور کیا کہئے' کہ اس ''مشرف'' حوالہ سے وہ توڑ پھوڑ کو بھی خاموش جواز دینے میں مضائقہ نہیں سمجھ رہے تھے۔

بہرحال حکومتی سطح کی یہ سوچ تو محض اپنی بے بسی کا اظہار کہی جاسکتی ہے' ورنہ کرنے کی بات' جس حکومت کے لئے جس درجہ میں بھی ممکن ہو' اسی طرح کا کوئی اقدام ہے جیسا سعودی اور لیبیائی حکومت اور بعد ازاں ایران نے کیا ہے۔ اور سچ یہ ہے کہ ان تین حکومتوں کے اقدام کے بعد اگر بقیہ کی طرف سے ان کے ساتھ کسی بھی درجہ میں یکجہتی کا مظاہرہ نہ کیا گیا تو یہ بزبان حال اعلان ہوگا کہ عالم اسلام یورپ کے مقابلہ میں کسی بھی معاملہ میں کسی بھی حد تک بھی کھڑے ہونے کی طاقت یا جرأت نہیں رکھتا۔ بلاشبہ عالم اسلام بہ مقابلہ یورپ کمزور ہے۔ اور محض جذباتیت ہوگی کہ اس واقعی صورتِ حال کو نظر انداز کرکے ترکی بہ ترکی والا انداز اختیار کیا جائے۔ مگر یہ ایک اخلاقی معاملہ ہے یہاں عالم اسلام متفقہ مضبوطی دکھائے تو اگر جیت بھی نہ پایا تب بھی خسارہ میں رہنے کا بہرحال خطرہ نہیں۔ یہ تحریر یہاں تک پہنچی تھی کہ آج (۲۱ فروری) کو پاکستانی اخبار The News میں اس مسئلہ پر ایک بہت کارآمد مضمون (Exposing Freedom Myths) نظر پڑا جس نے انسانی حقوق کے حوالہ سے جنیوا کنونشن کے بعض اقتباسات دے کر واضح کیا ہے کہ کنونشن کی ان دفعات کی روشنی میں مغرب کا یہ موقف قطعاً لغو قرار پاتا ہے کہ آزادیٔ تقریر وتحریر ہر پابندی سے بالاتر حق ہے اور اس لئے اس موقف کو قانونی طور پر چیلنج کیا جاسکتا ہے۔ نیز اس ضمن میں مضمون نگار کی مندرجہ ذیل تحقیق تو مسلم موقف کے اخلاقی پہلو کو بالخصوص بہت قوت پہنچانے والی چیز ہے۔ اس تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ یہ کارٹونوں کا معاملہ فریڈم آف اسپیچ کے دائرہ کی چیز ہے ہی نہیں۔ اس لئے خود اخبار کے بیان (۳۰ ستمبر ۲۰۰۵) کے مطابق یہ کارٹون کارٹونسٹوں کا اپنا آئیڈیا نہیں تھے' کہ اسے ان کا اظہار رائے کہہ کر تحفظ دیا جائے' بلکہ یہ نفرت انگیز آئیڈیا ان کو اخبار نے دیا تھا۔ اس سلسلہ میں مضمون نگار نے اخبار سے حسب ذیل اقتباس پیش کیا ہے: (حاصل اس کا یہ ہے کہ ڈنمارک کے کئی تھیٹر صدر بش کی تضحیک پر مبنی ڈراموں پر ڈرامے اسٹیج کررہے تھے جبکہ بن لادن سے متعلق ایک بھی نہیں۔ پس توازن رکھنے کے لئے ضروری نظر آیا کہ پیغمبر اسلام........

"In the current season, three theatres have stages satirical plays about George W

Bush, but none have contemplated doing a similar thing about Bin Laden..... In Denmark, if we are not careful, it is posisible for self-sensorship to take on an unpleasant dimension. For this reason Jyllands- Posten has invited members of the Press Painters Association to paint a portrait of Islam's Prophet."

حکمرانوں کے بعد عام ملت کی طرف آئیں تو وہاں اس چیلنج کے جواب میں بالعموم ناراضگی کے مظاہرے ہیں۔ بات ہے ہی ایسی کہ جذبہ بے اختیار اپنے اظہار کی طرف لپکتا ہے' اور بڑا مقدس جذبہ ہے' مگر جتنی بات بے اختیارانہ ہو جائے وہ تو الگ ہے' رہا سوچ سمجھ کے اور پروگرام بنا کے مظاہرے کرنے کا مسئلہ' تو چونکہ امت کے لئے' بدقسمتی سے' یہ کوئی نیا تجربہ نہیں ہے۔ جب سے شامتِ اعمال سے اس نے طاقت کھوئی ہے شیاطین کو اس کے ساتھ یہ ایک کھیل ملا ہوا ہے۔ اس لئے مظاہرہ کی بات سوچتے ہوئے یہ دیکھنا بھی لازم آتا ہے کہ اس سلسلہ کے مظاہروں کے بارے میں ہمارا اب تک کا تجربہ کیا بتاتا ہے؟ ان مظاہروں میں ہم بالعموم آنحضرت ﷺ کے ساتھ اپنے جذباتی تعلق کا ظہار کر کے مجرمین کو بابانگ دہل سناتے ہیں کہ اس طرح کی حرکتیں ہمارے لئے ناقابل برداشت ہیں۔ مگر آگے ہمارے پاس اپنی اس بات کی لاج رکھنے کے لئے کوئی پروگرام نہیں ہوتا' پس دوسرے دن کی زندگی سے ہم ثبوت دے رہے ہوتے ہیں کہ وہ بس ایک جذبہ کی بات تھی ورنہ آگے سب خیر ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ کیا یہ حضور اکرم ﷺ سے محبت کا کوئی اچھا مظاہرہ ٹھہرے گا' یا عشق کو رُسوا کرنے والی بات ہو جائے گی؟ ایک مسلم ملک کے حکمراں کچھ بھی کرتے نظر نہ آرہے ہوں تو ٹھیک ہوسکتا ہے کہ وہاں کے عوام انہیں مہمیز کرنے کے لئے ایسی خباثتوں کے خلاف پُرزور و بلند آہنگ مظاہروں سے حضور ﷺ کا حق ان حکمرانوں کو یاد لائیں اور موجودہ کمزوری کے عالم میں یہ ان حکمرانوں کی ضرورت بھی ہوسکتی ہے کہ پبلک دباؤ کا مظاہرہ دنیا کے سامنے آئے۔ رہے وہ مسلمان جو مغربی ملکوں میں بسے ہوئے ہیں ان کی طرف سے بس اس حد تک مظاہرہ ایک موزوں بات ہوسکتی ہے کہ تکلیف واذیت کا اظہار ہو اور احتجاج ریکارڈ ہو جائے۔ اس سے آگے جذبات کی شدت جو کچھ کہلوانا چاہتی ہے اس شدت کی عزت اسی میں ہے کہ اسے سینہ ہی میں رہنے دیا جائے۔ اور اس کی تشفی کے لئے ان ملکوں کے دستور اور سسٹم کے مطابق راہیں تلاش کر کے اس مقدس جذبہ کا حق ادا کرنے کی کوشش کی جائے۔ بات صرف لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا کی نہیں ہے۔ حب رسول اور عشق رسول ﷺ کی عزت کی اس سے پہلے ہے۔ عشق و محبت کا کوئی ایک ہی رنگ نہیں ہوتا' ہر موقع کا اپنا الگ رنگ ہے۔

کبھی آوارہ و بے خانماں عشق　　　　کبھی شاہ شہاں نوشیرواں عشق
کبھی میداں میں آتا ہے زرہ پوش　　　　کبھی عریان و بے تیغ و سناں عشق　　(اقبال)

سلسلہ خطبات جمعہ
شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط وترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی
مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اطاعتِ رسولؐ کے انقلابی اثرات

نحمده ونصلي على رسوله الكريم اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم ۔ وعدالله الذين آمنوا منكم وعملوا الصالحات ليستخلفنهم في الارض كما استخلف الذين من قبلهم وليمكنن لهم دينهم الذي ارتضى لهم وليبدلنهم من بعد خوفهم امنا يعبدونني لايشركون بي شيأ ومن كفر بعد ذالك فاولئك هم الفاسقون ۔ (سورة نور آيت ۵۵)

ترجمہ: اللہ نے تم میں سے جولوگ ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کئے ہیں وعدہ کرلیا ہے کہ ان کو البتہ ملک میں اس طرح حاکم بنادیں گے جس طرح حاکم بنایا پہلے لوگوں کو اور ان کے لئے اس دین کو جوان کیلئے پسند کردیا جمادیں گے۔ اوران کے خوف کے بدلے ان کو (اللہ) امن دے گا (یہ لوگ) میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ اس کے بعد جولوگ ناشکری کریں گے پس وہی لوگ نافرمان ہونگے۔

صحبت نبویؐ کے انقلابی اثرات: گزشتہ تین خطبوں میں مذکورہ بیان کردہ معروضات میں یہ بتلانا مقصود تھا کہ جزیرۃ العرب کے وہ لوگ جو زوال وپستی میں تمام دنیا کے لئے سمبل بن چکے تھے۔ سرکار دو عالم کی تعلیمات اور فیض صحبت کی بدولت تمام دنیا کے مقتدی وراہنما بن گئے۔ زمانہ جاہلیت کے نام سے شہرت حاصل کرنے والا دور' قرآنی تعلیم اور مقدس اخلاق کی بدولت خیر القرون کے نام سے نہ صرف اسوقت بلکہ تا قیامت مسلمانوں کے دلوں اور زبان سے پکارا جائے گا۔ جہالت وکفر کے نامور علمبردار جو ابتدائی دورِ اسلام کے چند کمزور مسلمانوں کے لئے خوف ودہشت کی علامت تھے' زیور اسلام سے آراستہ ہونے کے بعد ''رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ'' کے مصداق بن کر آسمانِ رشد وہدایت کے درخشندہ وتابندہ ستارے بن گئے اور دنیا ان کی روشنی سے جگمگانے لگی۔

صحابہ کرام ہدایت کے ستارے ہیں: انہی ہدایت کے ستاروں کے بارے میں سرکار مدینہ صلعم نے فرمایا:

عن عمر بن الخطاب قال قال رسول الله اصحابي كالنجوم بايهم اقتديتم اهديتم

ترجمہ: حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ میرے صحابہ ستاروں کے مثل ہیں۔ جس ستارے کی روشنی میں چلو گے کامیابی وفلاح حاصل کرو گے''۔

یعنی حق سے انکار کرنے والے اور حق کے پرچار کرنے والوں کے خون کے دشمن دین حقہ کے ایسے متوالے بن گئے کہ رات کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں جس طرح راہ سے بھٹکے ہوئے مسافر کے لئے ستارے راہ دکھانے کا ذریعہ

بن جاتے ہیں اسی طرح آپؐ کے فدائین کی جماعت بھی کفر والحاد کے ظلمتوں میں ڈوبے ہوئے لوگوں کے لئے ہدایت کا نمونہ بن کر عقائد باطلہ اور مشرکانہ رسومات واعمال کے خلاف بے باکانہ جہاد کر کے دنیا ہی میں جنت جانے کی خوشخبری سے رب العزت نے ان کو نوازا۔

سبِّ صحابہ باعث لعنت ہے: اسلام وایمان کے انہی سچے و پاکیزہ اعمال واحوال پر عمل کرنے کا ثمرہ کس عجیب شکل میں ظاہر ہوا کہ ان پاک سیرت نفوس کی معمولی تحقیر کرنے والے کو رحمت عالمؐ نے اللہ کی جانب سے لعنت کا مستحق قرار دیا۔ فرماتے ہیں: عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنة الله علی شرکم(رواہ الترمذی)

ترجمہ: ''ابن عمر کہتے ہیں کہ رسولؐ نے فرمایا جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے ہیں تو تم کہو اللہ کی لعنت ہو، تمہارے بری حرکت پر۔''

اصحاب کے اعمالؓ دوسری جگہ محبوب کبریاء صلعم کا فرمان ہے: عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ ﷺ لاتسبوا اصحابی فلو ان احدکم انفق مثل احد ذھبالم یبلغ مد احدھم ولانصیفہ (بخاری مسلم) (ترجمہ) حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میرے صحابہ کو برامت کہو اگر تم میں سے کوئی فرد احد پہاڑ کے مثل سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو اس کا ثواب میرے صحابہ کے ایک مد یا آدھے مد کے ثواب کے برابر بھی نہیں پہونچ سکتا۔

حضورؐ نے قیامت تک آنے والے لوگوں کو ارشاد فرمایا کہ صحابہ کی توہین وتحقیر اور سب وشتم سے بچتے رہنا۔ اسلام کے اعلیٰ وارفع اقدار کو اپنانے کے ساتھ ایک اور عظیم فضیلت بھی حاصل ہے کہ جس دین واسلام کا نام لینا بھی آگ سے کھیلنے کے مترادف تھا۔ ان نفوس قدسیہ کو قبول اسلام میں سب سے پہلے داخل ہونے کا شرف بھی حاصل ہے، ان مبارک ہستیوں کا اللہ کے دل میں اخلاص جذبہ اور للھیت سے چھوٹا سا عمل صالح بھی بعد میں آنے والوں کے اسی طرح بڑے بڑے عمل پر بھاری ہوگا۔ ان کا سیر ڈیڑھ سیر جو اللہ کی راہ میں خیرات کرنا تمہارے پہاڑ برابر سونا صدقہ کرنے سے ہزار ہا درجہ بہتر ہے۔ انہوں نے ایمان کی بدولت اپنے نفوس کا جو تزکیہ تھا وہ اوروں کو کہاں میسر ہے۔

جب قرآن حکیم کے منشور حیات کو اپنایا گیا: اس وقت امت مسلمہ جو ۵۶، ۵۷ برائے نام اسلامی مملکتوں پر مشتمل ہے، تمام مسلمان جس انداز میں ذلت وپستی کی چکی میں پس رہے ہیں۔ حضورؐ کے اسلام پیش کرنے سے پہلے کے کفار اس سے بدر جہا زیادہ مصائب کے شکار تھے، لیکن قرآن عظیم اور اس کے دیئے ہوئے اخلاق کو منشور حیات بنانے ان میں ایسا انقلاب آیا کہ ان کا نام سنتے ان کی ہیبت اور دبدبہ سے وقت کے فرعون وقارون کانپ اٹھتے۔ اپنے آپ کو خدا اور اپنے سوا اور مخلوق کو چیونٹی کے برابر نہ سمجھنے والے جابر وظالم حکمرانوں کے ان ایمان سے اسلحہ سے مسلح ہونے والوں کے ہاتھوں صفحہ ہستی کے مٹنے کے بعض واقعات تو بعد میں ذکر کروں گا، سمندر وصحرا کے جمادات ونباتات حتیٰ کہ وحشی وخونخوار درندے بھی آیت مذکورہ میں خدائی وعدہ کی تکمیل کی صورت میں مسخر ہو کر ان

خدائی برگزیدہ ومحبوب بندوں کے گرویدہ بن گئے۔

کھجور کا ستون رونے لگا: کھجور کی ایک سوکھے ستون کا حضورؐ کے فرقت میں رونے کا واقعہ تو شاید آپ نے سنا ہی ہوگا۔ عن جابر قال کان النبی صلعم اذا خطب استندالی جذع نخلة من سواری المسجد فلما صنع له' المنبر فاستوی علیه صاحت النخلة التی کان یخطب عندھاحتی کادت ان تنشق فنزل النبی صلعم حتی اخذھا فضمیھا الیه فجعلت تان انین الصبی الذی یسکت حتی استقرت قال بکت علی ما کانت تسمع من الذکر (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جس وقت مسجد نبوی میں خطبہ ارشاد فرماتے تو کھجور کے ایک سوکھے تنے سے ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے (اس دور کی مسجد نبوی ایک چھپر کی شکل میں ان خشک ستونوں پر قائم تھی) جب منبر تیار ہوا اور حضور خطبہ کے لئے منبر پر کھڑے ہوئے تو کھجور کا وہ بے جان تنا جس کے ساتھ آپ صلعم منبر سے پہلے ٹیک لگا کر بیان فرماتے رہتے' چلانے لگا قریب تھا کہ حضورؐ کی جدائی کے صدمہ میں پھٹ جاتا' حضورؐ منبر سے اترے ستون کے پاس تشریف لے جا کر دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اپنی گود میں لیا' اس کے بعد ستون اس بچہ کی طرح رونے لگا جسے چپ کرایا جاتا ہے۔ مگر رونا بند نہیں ہوتا (یعنی سسکیوں کی صورت اختیار کرلی) آخر کار قرار آ گیا اور چپ ہوا پھر سید الانبیاء نے اس کے رونے کا سبب بیان فرمایا' کہ یہ ستون اللہ کا جو ذکر سنتا رہتا اس سے محرومی ہوئی۔ دین اسلام کی حقانیت اور اس کے احکامات کی برکات کا آپ اس سوکھے کھجور کے تنے سے اندازہ لگائیں کہ وہ بے عقل، علم وشعور سے عاری خشک لکڑی بھی حضورؐ کی فرقت اور اس کے خطبہ کے نہ سننے پر زاروقطار رو رہی ہے۔ حضرت حسن بصری کے بارے میں منقول ہے کہ جس وقت وہ اس حدیث کو بیان فرماتے بے اختیار رو پڑتے۔ فرماتے اے مسلمانو کھجور کی خشک لکڑی حضورؐ کی فرقت پر از راہ محبت روتی تھی جبکہ اسے عقل وشعور کی نعمت جو انسانوں کو حاصل ہے' سے بھی محروم تھی۔ تو اے حضرتِ انسان تم لوگوں میں شوق ومحبت تو اگر اس سے زیادہ نہ ہو تو کم تو نہ ہونا چاہیے۔

یہ تو سرور دو عالم ﷺ کی ذات بابرکات کا معجزہ اور ان کے عظیم المرتبت ہونے کا صرف ایک اعتراف تھا جو خشک و بے زبان لکڑی کے حال سے ظاہر ہوا۔ وہ قوم جن کے دل ودماغ جزا وسزا کے تصور سے عاری تھے۔ اوامر ونواہی کا تو ان کے ہاں تصور ہی نہ تھا۔ حضورؐ کی راہنمائی میں ان کی ایمانی تربیت وتکمیل اس انداز میں ہوئی کہ وہ اسلام کے ایسے عظیم داعی بن گئے کہ اللہ نے اس کے بدلے نہ صرف انسانوں کے دل ان کے لئے مسخر کردیئے بلکہ آن واحد میں انسان کو لقمہ بنا کر نگلنے والے خوفناک جانور بھی ان کے لئے باعثِ خطرہ بننے کی بجائے ان کے محافظ ہو گئے۔

جب شیر حضرت سفینہؓ کا غلام بن گیا: انہی مردان حق میں ایک حضرت سفینہؓ کا واقعہ بھی اسلامی تاریخ کا ایک درخشندہ واقعہ ہم لوگوں کے عبرت کے لئے تا قیامت باقی رہے گا۔ کہ من کان لله کان الله له' کا جو مصداق بن گیا' پھر یہ ساری دنیا اسکی تابع ہو جائیگی۔ عن ابن المنکدر ان سفینة مولی رسول

الله ﷺ اخطاء الجیش بارض الروم او أسر فانطلق هاربا یلتمس الجیش فاذا هو بالاسد فقال یا ابا الحارث انا مولی رسول الله ﷺ کان من امری کیت و کیت فاقبل الاسد له بصبصة حتی قام الی جنبه کلما سمع صوتا اهوی الیه اقبل بمشی الی جنبه حتی بلغ الجیش ثم رجع الاسد (رواه فی شرح السنه)

ترجمہ: ابن المنکدر رفرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت سفینہؓ رومی علاقہ میں اپنے لشکر کا راستہ بھول گئے یا دشمن کے ہاتھ قیدی بن گئے۔ پھر دشمن کے ہاتھوں فرار ہوکر اپنے فوج کے لشکر کو تلاش کرنے لگ گئے۔ اچانک ایک شیر سامنے آیا' شیر کو دیکھ کر گھبرانے کی بجائے اسے مخاطب ہوکر فرمایا اے ابوالحارث میں رسول اللہ ﷺ کا آزادکردہ غلام ہوں میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا۔ (تفصیلی واقعہ سنادیا)

شیر نے جب اس سے راستہ کی گمشدگی کی تفصیل سن لی فوراً اطاعت کا اظہار کرنے کے لئے دم ہلاتے ہوئے اس کے سامنے آکر کھڑا ہوا اس دوران کہیں سے اگر خوفناک جانور کی آواز آتی تو شیر فوراً اس کی طرف لپک کر حضرت سفینہؓ کو اس درندے سے بچالیتے۔ حضرت سفینہؓ اپنی منزل اور مطلوب کی تلاش میں روانہ ہیں اور شیر ان کے ساتھ ساتھ ان کے محافظ اور باڈی گارڈ کی حیثیت سے اپنی ڈیوٹی ادا کررہا ہے۔ حتیٰ کہ سفینہؓ اپنے لشکر میں پہونچ گئے تو شیر اپنے جنگل اور ٹھکانے کی طرف واپس ہوا۔

یہ اور اس قسم کے کئی محیر العقول واقعات اس معاشرہ کے افراد کے ساتھ پیش آتے رہے جنہوں نے کفری اندھیروں کو خیرآباد کہہ کر اپنی نفسانیت کا ایمان واسلام کی روشنی میں خاتمہ کردیا۔ اپنے آپ' مال ومتاع غرض سب کچھ کو حقیقی معنوں میں خالق کائنات اور اس کے محبوب ﷺ کے قدموں پر نچھاور کردیا' کارخانہ عالم کا پیدا کرنے والا تو کائنات کی ہر چیز سے بڑھ کر غیرتی ہے۔ اس نے دنیا کی ہر ذی روح وغیرذی روح' خونخوار اور غیر خونخوار' طاقتور و کمزور سب کو اس کا غلام وگرویدہ بنادیا۔

<u>رضائے مولیٰ سب سے اولیٰ:</u> یہ ان فرشتہ سیرت اصحابِ قدسیہ کے واقعات ہیں جو اللہ و رسول کے سامنے سرتسلیم خم کرنے سے پہلے نہ کسی قانون وضابطہ کے پابند تھے' نہ کسی نظام زندگی سے ان کا تعلق رہا بلکہ صرف اور صرف اپنی خواہشات اور نفس امارۃ بالسوء کے متبع تھے اب اللہ کی بادشاہی اور اقتدار اس طرح تسلیم کرلی کہ اپنے تمام مرضیات' خواہشات اور خودسری سے کنارہ کش ہوکر ایک واحد و قادر' غفور ورحیم کے سچے اور پکے غلام بن گئے۔ اپنے تمام ارمانوں' خوشیوں وناراضگیوں کو وحدہ لاشریک کے بتائے ہوئے قاعدوں اور ضابطوں کا ایسا پابند کردیا کہ خودرائی و خودسری کا ان کے ہاں تصور تک ہی نہ رہا' جب اپنا سب کچھ اللہ کی مرضی اور تصرف میں دے دیا اور رضائے مولیٰ کو ہر چیز سے اولیٰ قرار دیا' تو اس ذات اقدس جل جلالہ کی شانِ کریمانہ ورحیمانہ کے کرم کو دیکھئے کہ نہ صرف انسانوں' جنگلی جانوروں کو ان کے حکم کا پابند بنادیا بلکہ سمندروں اور دریاؤں پر ان کا حکم چلنے لگا۔ (جاری ہے)

قسط (۱)　　　مفتی السید محمد مظہر اسعدی *

حضرت السید اسعد مدنیؒ
شخصیت وخدمات

سنت اللہ یہی ہے کہ کتاب اللہ وسنتِ رسول اللہ ﷺ کی ترویج واشاعت اور نفاذِ اسلام کا کام اللہ نے ہمیشہ اپنے مقبول بندوں سے لیا۔ روزِ اول سے لوگوں کی ہدایت اور ظالم و جابر قوتوں سے ٹکرانے کیلئے انبیاء رسل کی آمد ورفت کا سلسلہ رہا۔ یہاں تک کہ آپ خاتم الانبیا ﷺ تشریف لائے۔ اللہ نے آپ کو دین کامل اکمل عطافرمایا اور غلبہ اسلام ہوا۔ آپ ﷺ کے بعد اللہ رب العزت نے نبوت والے کام کو آپ کی امت کے علماء ربانی کے مقدر میں کر دیا۔ کیونکہ آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔

علماء ربانی اس آیت مبارکہ "عباد الرحمن الذین یمشون علی الارض هونا" کے مصداق ہوتے ہیں اور ان حضرات کا سایہ عاطفت خلقِ خدا کے لئے باعث رحمت ہوتا ہے جیسے سرزمین ہند میں صدیوں پہلے سکھوں اور مشرکوں کے نظامِ ظلم کا دور دورہ تھا۔ انسانیت ضلالت وگمراہی کے سیلاب میں بہہ رہی تھی۔

ہند میں حضرت خواجہ اجمیریؒ کی آمد! اللہ رب العزت نے اس وقت حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ اور ان کے فیض یافتہ علماء سے دعوت دین کا کام لیا۔ ان کے اخلاق عالیہ اور مجاہدانہ کردار سے لاکھوں افراد مشرف بہ اسلام ہوئے۔ کچھ صدیوں کے بعد جب اس سرزمین پر تجارت کے نام سے انگریز عیار قابض ہوا تو وقت کے مسلم حکمرانوں کی غفلت و بے حسی کو دور کرنے کے لئے اور عوام کو باشعور بنانے کے لئے اللہ نے مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کو اس کام کے لئے منتخب فرمایا۔

حضرت مجدد الف ثانی کی محنت! حضرت سرہندیؒ کی جماعت نے عوام سے لے کر شاہی ایوانوں کے ذمہ داروں تک کی نظریاتی، فکری اور عملی زندگی کی تربیت فرمائی۔ جس کے نتیجہ میں دربارِ شاہی سے عظیم مجاہد اورنگ زیب عالمگیر پیدا ہوا۔ اور عوام میں سے سینکڑوں علمائے حقہ پیدا ہوئے۔ بالخصوص ان کے طریقہ تربیت اور تعلیمات کے امین و وارث حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ نے دلی کے علاقہ میں "مدرسہ رحیمیہ" کی شکل میں عظیم علمی وروحانی مرکز قائم کیا۔

* مہتمم جامعہ سیدنا اسعد بن زرارہؓ بہاولپور

امام الحکمت اوران کی جماعت! آپ کے بعد آپ کے عظیم فرزند امام الحکمت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اس ادارہ کو شریعت نبویؐ کے مطابق چلایا۔ آپ ہی کی شخصیت نے امت مسلمہ کی ہر محاذ پر رہنمائی فرمائی۔ بالخصوص علم حدیث کی اشاعت اور دین اسلام کو بطور نظام کے متعارف کرایا۔ آپ نے ہی آنے والے انقلابات کے اسباب و عوامل سے مسلمانوں کو آگاہ کیا۔ امام الحکمت کے وصال کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ کام آپ کے جانشین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے لیا۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے اپنے لائق و فائق حقیقی بھائیوں کے تعاون سے انگریز کی ظالمانہ وجابرانہ کارروائیوں سے نپٹنے کے لئے ہندوستان کو ''دارالحرب'' قرار دیا۔

اپنے والدِ گرامی کی تحریری وتقریری محنت کو منظم ومدون کر کے تربیت یافتہ نظریاتی وفکری زندگیوں کو سامراجی طاغوتی طاقتوں کے خلاف بصورت تحریک جہاد نبرد آزما کر دیا۔

اس تحریک کی قیادت وسیادت دینِ اسلام کے عظیم روحانی پیشوا حضرت سید احمد شہیدؒ نے فرمائی۔ جبکہ امامت آپ کے تربیت یافتہ خاص اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے حقیقی بھتیجے حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے کی۔

ان علماء حقہ ومجاہدین اسلام نے اپنے وطن آزادی اور غلبہ اسلام کے لئے اپنی قیمت جانوں کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

سرزمین دیوبند کی قبولیت: ان کے بعد بظاہر علماء ربانین کا وجود بہت قلیل ہوگیا۔ عامۃ الناس کو ظالم کی قوت کا عروج نظر آیا ایسے قحط الرجال کے زمانہ میں اللہ رب العزت نے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے دعوت الی اللہ اور غلبہ اسلام کا کام بصورت تحریک ''دارالعلوم دیوبند'' لیا۔

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں بزرگوں کی تربیت ومجاہدانہ کردار کی سرپرستی سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے کروائی۔

مقام شیخ الہندؒ: ان کی محنت اور رہمہ قسم قربانیوں کو اللہ نے وہ شرف قبولیت بخشا کہ مذکورہ تینوں بزرگوں کی آغوش تعلیم وتربیت سے اس وطن کو انگریز شاطر کے آہنی پنجے سے آزاد کرانے اور مظلوم لوگوں کی دینی، علمی، اخلاقی، روحانی، معاشرتی اور سماجی تربیت کے لئے دنیائے اسلام کے نامور فرزند، عالم ربانی اور مجاہد عظیم محمود حسن دیوبندی کو پیدا کیا۔ جن کو دنیا ''شیخ الہند'' کے نام سے جانتی وپہچانتی ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ کے مجاہدانہ کردار اور تعلیم وتربیت کے ماحول، آپ کی ذہانت وذکاوت اور آپ کے لائق و عظیم شاگردوں کو دیکھ کر معاصرین زمانہ آپ کو ''ابوحنیفہ ثانی'' کہنے پر مجبور ہوگئے۔

جہاں ایک طرف آپ کے حلقہ تعلیم وتربیت سے محدث، فقیہ کامل صوفیاء مجاہدین اسلام اور عظیم دانشور پیدا ہوئے۔ جیسے حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ حضرت مفتی کفایت اللہؒ حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ شیخ العرب والعجم حضرت سید حسن احمد مدنیؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد

عثمانیؒ، اور بانی تبلیغی جماعت حضرت مولانا محمد الیاس دہلویؒ امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ۔

وہاں دوسری طرف آپ کے مجاہدانہ کردار سے ظالم و جابر انگریزی قوت اتنی کمزور ہوگئی کہ انگریزی حکومت کے ڈکٹیٹر ہندوستان کو آزاد کرنے پر مجبور ہوگئے۔ ایسے نازک حالات اور حساس زمانہ میں حضرت شیخ الاہندؒ کی زندگی نے وفا نہ کی۔ آپ اس عالم فانی سے عالم جاودانی کو چل دیئے۔

<u>الامام المجاہد فی سبیل اللہ جانشین شیخ الہندؒ:</u> ان کے بعد حق جل مجدہ نے آپ کی جانشینی جیسے عظیم منصب اور آپ کے مشن کی تکمیل آپ کے شاگردوں میں سے جس جلیل القدر شاگرد کو چنا۔ اس کے بارے میں آپ اپنی زندگی میں ہی فرما چکے تھے کہ ''وہ میرے قلب وجگر کی دھڑکن کی مانند ہے۔'' اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قلب وجگر کو جسم میں مرکزی حیثیت حاصل ہے اور رئیس الاعضاء کا مقام حاصل ہے۔

اللہ کریم نے حضرت شیخ الہند کی فرمائی ہوئی تشبیہ کے مطابق حضرتِ اقدس شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کو آپ کی جانشینی کے لئے منتخب کیا۔

اس انتخاب کی توصیف کا اظہار اللہ تعالیٰ نے آپ کے معاصرین زمانہ امتِ مسلمہ کے علماء کرام سے بھی کرلیا یہی وجہ ہے کہ آپ کو متفق علیہ ''جانشین شیخ الہندؒ'' کہا جاتا ہے۔

جس عظیم مشن کے فکر کی بنیاد حضرت مجدد الف ثانی اور امام الحکمت شاہ ولی اللہ نے رکھی اور جس تحریک کا عملاً آغاز حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے کیا، جس مشن کے لئے ہزاروں نفوسِ قدسیہ شہید ہوئے۔ اس کی تکمیل اللہ نے حضرت اقدس شیخ الاسلامؒ کے زمانہ میں کروادی۔

انگریز ظالم و جابر آپ کے زمانہ میں ہی ہندوستان کو چھوڑ کر چلا گیا۔ تواضع و بے نفسی کے کوہِ گراں حضرت سید مدنیؒ نے تقسیم ہند کے بعد مجبور و مظلوم ومحروم و بے سہارا مسلمان (جو تقسیم ملک کی وجہ سے ہر طرح کی اپنی اجتماعی قوت کھو چکا تھا) کی کفالت و سرپرستی اس طرح فرمائی جس طرح کہ حقیقی والد اپنی حقیقی اولاد کے لئے فکر مند ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ آپ اس فکر و غم والم میں 1957 میں اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے۔

<u>انتخاب جانشین شیخ الاسلام:</u> آپ کے بعد سرزمین ہند کے عظیم محدث، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ نے آپ کے عظیم ولائق وفائق بڑے فرزند حضرت مولانا السید اسعد مدنی کو آپ کے بیسیوں خلفاء کے باہمی مشورہ واتفاق رائے سے آپ کا جانشین قرار دیا۔

<u>خطاب ''فدائے ملت'' کا پس منظر!</u> اس جانشین کی شخصیت ایسے شجر سایہ دار کی سی تھی جو ساری امت کے لئے رحمت تھی بلاشبہ جہاں وہ امتِ مسلمہ کے لئے شیخ طریقت اور رہبر شریعت تھے تو وہاں ایسے عالمی مسلم رہنما تھے جو زندگی کے ہر شعبے میں پوری امت کی رہنمائی فرماتے رہے آپ مجاہدانہ عزم وحوصلہ رکھنے والے عوامی قائد بھی تھے اپنی

جان کو خطرات میں ڈال کر خدمت خلق ان کا شیوہ تھا۔

آپ کے اسی کردار کی عظمت کی وجہ سے ہندوستانی مسلمان آپکو ''فدائے ملت'' کے لقب سے پہنچانتا ہے۔

حضرت امیر الہندؒ میں بحمداللہ جہاں شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ کی حریت فکر تھی وہاں شیخ الاسلام حضرت سید حسین احمد مدنیؒ کا زہد و تقویٰ بھی تھا' مفتی اعظم مفتی کفایت اللہؒ کی دوراندیشی بھی تھی مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمانؒ کی مجاہدانہ شان بھی تھی' تاہم ان خوبیوں کے ساتھ خالق کائنات نے موصوف کی نہایت منکسر المزاج اور متواضع رہنما کی صفات سے بھی متصف فرمایا تھا۔ ان اوصافِ جمیلہ سے متصف ہونے کی وجہ سے وہ لوگوں سے بڑی انکساری اور کھلے دل و دماغ سے پیش آتے تھے۔

حضرت امیر الہند اکابر کے جامع کردار کے وارث اور ان کے کارناموں کے امین تھے۔ ہندوستان و بیرون ہندوستان ان کی خدماتِ جلیلہ کے نقوش کچھ اس طرح سے ثبت ہیں کہ مخالفین و حاسدین اور دشمنانِ اسلام کی ریشہ دوانیاں بھی ان کو نہیں مٹا سکیں۔

امیر ہندؒ کا اجمالی تعارف: آپ کی ان عظیم خدمات' مجاہدانہ کارناموں اور قومی و ملی و سماجی قربانیوں کی وجہ سے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ جانشین شیخ الہند کے عظیم فرزند کا تعارف اور ملی و سماجی خدمات جلیلہ کا اجمالی تذکرہ ''پیروی کرو اس شخص کے راستے کی جس نے میری طرف رجوع کیا'' کے ارشادِ خداوندی کے تحت ملک و ملت کے ہر فرد کی فکر و نظر کو جلا بخشنے کیلئے کریں۔

تاریخ پیدائش: ۶ ذیقعد ۱۳۴۶ھ بمطابق ۲۷/اپریل ۱۹۲۸ء اپریل

مقام ولادت: بچھراؤں مضافات دیوبند' ضلع سہارنپور

اسم گرامی: آپ کا نام والد ماجدؒ نے ''اسعد'' رکھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ کے معلم اول' صحابی رسول ﷺ سیدنا اسعد بن زرارہؓ کے نام کی نسبت سے یہ نام رکھا گیا۔

تعلیم تربیت: بچپن میں ہی آپ کی والدہ محترمہ کا انتقال ہوگیا تھا۔ حضرت شیخ مدنیؒ کو ظالم حکومت نے جیل بھیج دیا تھا' ظاہر ہے کہ والدہ ماجدہ کا سایہ سر سے اٹھ جانا معمولی بات نہیں تھی۔ پھر والد بزرگوار کا اسیر ہوجانا مزید برآں حضرت شیخ الاسلامؒ نے اپنے مرید خاص و ابتدائی مدرسہ کے استاذ قاری اصغر علیؒ کو لکھا کہ ''اسعد کی والدہ اور والد آپ ہی ہیں' اوپر خدا ہے اس کے سپرد کرتا ہوں نہ کوئی بڑی بہن ہے اور نہ کوئی بھائی۔''

فدائے ملت کے استاد اول اور حضرت شیخ الاسلامؒ کا تعلق: حضرت قاری اصغر علی مرحوم و مغفور کو حضرت مدنی سے بے پناہ تعلق تھا۔ یہاں تک کہ بیماری میں عام طور پر لوگ خانقاہ سے گھر کو جایا کرتے اور حضرت قاری صاحبؒ بیماری میں گھر سے دیوبند آیا کرتے تھے۔ قاری صاحب کی طبیعت میں غصہ بہت تھا' لیکن مدنی منزل خانقاہ مدنیہ میں

رہتے رہتے اور حضرت مدنی کی خدمت کرنے سے بہت نرمی اختیار کرنے لگے تھے۔ حضرت سید مدنی سمجھایا کرتا تھے کہ قاری صاحب کمال یہ ہے کہ حسن اخلاق سے لوگوں کو اپنا بنائیں نہ کہ بری عادت کا ثبوت دے کر لوگوں کو بھگائیں۔

قاری صاحب فرمایا کرتے تھے خدا حضرت شیخ کے مراتب میں ترقی دے مجھے آپ کی ذاتِ گرامی سے بہت فائدہ پہنچا۔ حضرت قاری اصغر علیؒ اور حضرت شیخ الاسلامؒ کے مابین جو تعلق تھا وہ غیر مسلک تھا۔ اڑتیس سال تک حضرت قاری صاحبؒ نے حضرتِ اقدس سید مدنی کے آستانہ پر خدمت انجام دی۔ اس دوران کبھی کسی کو آپ کی نیت پر عدمِ اطمینان تو درکنار شبہ بھی نہیں ہوا۔ اس بات سے دارالعلوم کے اربابِ حل وعقد سمیت تمام متعلقین اور حضرت اقدس مدنیؒ سے تعلق رکھنے والے بھی حضرات خوب واقف ہیں۔

حضرت قاری اصغر علیؒ کا انداز تربیت: امیر الہند حضرت مولانا السید اسعد مدنی جب ایام طفولیت میں تھے تو تربیت کے لئے صرف ایک ذات قاری اصغر علیؒ کی تھی۔ قاری صاحبؒ حضرت امیر الہند کو اپنے پاس ماں کی طرح لے کر بیٹھتے تھے اور ماں کی طرح ہی ضروریات طبیعہ کا خیال رکھتے تھے اور قاری صاحب کبھی بھی اس خدمت سے تنگ دل نہ ہوئے۔ ظاہر ہے کہ اس خدمت کے پیش نظر حضرت شیخ الاسلامؒ کا اعتماد و بھروسہ بڑھتا ہی گیا۔ بچپن سے لے کر طالب علمی کے زمانہ تک قاری صاحبؒ نے ہی تربیت فرمائی۔

حضرت اقدس امیر الہندؒ بھی ادب و احترام اور تعمیل ارشاد اسی طرح سے کیا کرتے تھے جیسے کرنا چاہیے تھا۔ حضرت قاری صاحبؒ فرمایا کرتے تھے۔ ''اسعد سے آج بھی مجھے ایسی محبت ہے جیسے اولاد سے ہوا کرتی ہے۔ بچپن میں مارتا بھی تھا اور پیار بھی کرتا تھا۔ جوان ہونے کے بعد بوقتِ ضرورت ڈانٹتا ہوں۔ تو اسعد اپنے حیاءِ کامل کی وجہ سے نظر نیچی کر لیتا ہے۔''

تعلیم قرآن اور ابتدائی کتب عربی آپ نے حضرت قاری اصغر علی مرحوم سے ہی پڑھیں۔ بقیہ تعلیم دورہ حدیث تک علم وحکمت کے مخزن دارالعلوم دیوبند میں ۱۹۴۹ء میں مکمل کی۔

آپ کے چند مشہور اساتذہ کرام:

دورہ حدیث: والدِ گرامی حضرت اقدس سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ

تدریس: آپ اپنی مادر علمی میں ہی فراغت کے بعد تقریباً چھ سال متوسط درجات کے کامیاب مدرس رہے

امیر ہند کی سیاسی زندگی کا آغاز: حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ، مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمان سیوہارویؒ کی وفات حسرت آیات سے جمعیت علمائے ہند اور مسلمانانِ عالم میں جو خلاء پیدا ہوا تھا اس کو حضرت مولانا السید اسعد مدنی نے اپنے تقویٰ و مجاہدانہ کردار سے اس طرح پُر کیا کہ جب ۱۹۶۳ء میں جمعیت علمائے ہند

کے ناظم عمومی بنائے گئے تو پورے ملک میں جمعیت کی شاخوں کا جال بچھا دیا' اس کے تمام شعبوں کو اتنا جاندار اور فعال بنا دیا کہ جمعیت کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی' حضرت شیخ الاسلامؒ اور حضرت مجاہد ملت کے بعد لگتا تھا کہ اکابر کا لگایا ہوا یہ پودا مرجھا جائے گا لیکن حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ نے نہ صرف یہ کہ اس پودے کو اپنے خون جگر سے سینچا بلکہ تناور درخت بنا دیا۔ مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمان ہندوستانی پارلیمنٹ کا الیکشن اس لئے لڑتے تھے کہ ایوان حکومت میں مسلمانوں کی ترجمانی کرسکیں۔ ان کے انتقال پُر ملال کے بعد پارلیمنٹ میں مسلمانوں کی ترجمانی کرنے والا کوئی نہ رہا۔

۱۹۶ء میں فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ نے ہندوستانی پارلیمنٹ (راجیا سبھا) کی رکنیت قبول فرمائی۔

تاریخ شاہد ہے کہ ایوان حکومت حضرت موصوف کی وجہ سے حق وصداقت کی آواز سے کس طرح گونجتا رہا۔

وہ فرقہ وارانہ فسادات کا مسلہ ہو یا مسلم پرسنل لاء کے تحفظ کی تحریک ہو یا بابری مسجد کا قضیہ نامرضیہ ہو' ہر مسئلہ پر حضرت موصوف دوٹوک رائے کا اظہار کرنے سے نہیں گھبراتے تھے۔

حضرت مولانا سید اسعد مدنی مدظلہ نے اسلاف کے سچا جانشین اور اکابر کے ورثے کے رہنما ہونے کے ناطے جمعیت علمائے ہند کے وقار اور اس کے اثرات میں ہی اضافہ ہی نہیں کیا بلکہ اس کے وسائل و ذرائع میں بھی اتنا اضافہ کیا کہ کسی ناگہانی آفت کے آجانے پر چندہ وصول ہونے سے پہلے ہی جمعیت علمائے ہند بروقت متاثرین کی خدمت انجام دے دیتی ہے۔

امیر ہند کی وسعتِ ظرفی: اتنے اوصاف سے متصف اور اکابر کے عظیم ورثہ کے رہنما ہونے کے باوجود اس حالت میں کہ جمعیت علمائے ہند اور مولانا سید اسعد مدنی لازم وملزوم یا یک جان دو قالب تھے حضرت موصوف کا مزاج غیر معمولی طور پر شورائی تھا جمعیت کے تمام فیصلے مجلس عاملہ کے اراکین محترم کے صلاح ومشورہ سے ہوتے تھے اور مجلس عاملہ کے اجلاسوں میں بعض اوقات حضرت والا کی آراء سے اختلاف بھی کیا جاتا تھا مگر اس اختلاف رائے کے باوجود تمام فیصلے اتفاق رائے یا کثرت رائے سے کئے جاتے تھے۔

امیر ہندؒ میں قومی وملی خدمت کا جذبہ: آپ بحمد للہ اپنے والد گرامی حضرت شیخ الاسلامؒ کے سچے جانشین تھے اس لئے ملی امور یا مسلمانوں کے مسائل میں کبھی مصلحت کوشی سے کام نہیں لیتے تھے۔ اس خصوصیت کی وجہ سے وہ ملک بھر کی تمام سیاسی پارٹیوں میں عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ پورے ملک میں حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کی شخصیت ہی تھی جو فرقہ پرستی کے خلاف ملک کی تمام سیکولر پارٹیوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرسکتی تھی۔

حضرت مولانا السید اسعد مدنیؒ کو قدرت نے تعمیری ذہن بخشا تھا اس لئے ان کو تعمیرات سے بھی خصوصی شغف تھا۔ مدنی ہال کی شاندار عمارت اور مسجد عید النبی کے اطراف کی خوبصورت عمارتیں ان کے اس ذوق کا مظہر۔

جمعیت علمائے ہند فرقہ وارانہ فسادات کے متاثرین کی امداد وآبادکاری کا کام اگرچہ پہلے بھی کرتی رہی ہے

لیکن فدائے ملت حضرت السید اسعد مدنیؒ کے دورِ امارت میں جتنے بڑے پیمانے پر یہ کام جاری ہوا اس کی مثال بھی جمعیت کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

امیر ہند کی خدمات جلیلہ کا اجمالی تذکرہ:

تقسیم ہند کے ہولناک نتائج سے امت مسلمہ پر جو قیامت ٹوٹی' وہ ہر کس و ناکس پر عیاں ہے۔ تقسیم ہند کے تاریک ایام میں ہندوستانی مسلمانوں کو جن بڑے مسائل سے دو چار ہونا پڑا ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

۱۔ فسادات کی روک تھام اور مظلومین کی امداد ۲۔ مسئلہ آسام ۳۔ مسئلہ کشمیر

۴۔ مسلم اوقاف کی حفاظت۔ ۵۔اردو کا تحفظ اور اس کی بقاء ۶۔عالم اسلام سے ملت کا واسطہ

۷۔ بابری مسجد ۸۔ علمی پروگرام امداد و وظائف ۹۔ مسلم یونیورسٹی کا تحفظ ۱۰۔ مسئلہ ارتداد

۱۱۔ مسلمانوں کی اقتصادی بحالی کے پروگرام' ۱۲۔ مسلم پرسنل لاء ۱۳۔ تحفظ حرمین شریفین وغیرہ وغیرہ

تقسیم وطن سے ہندوستان میں جو فرقہ پرستی کا زہر گھولا گیا تھا اس کا تدارک ممکن ہی نہ تھا۔ اگر یہاں حضرتِ اقدس مولنا سید حسین احمد مدنیؒ' امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ 'مفتی کفایت اللہؒ ' حضرت مولانا احمد سعیدؒ مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ اور مولانا حفظ الرحمانؒ جیسی بلند قامت شخصیات نہ ہوتیں۔

ایک طرف تاریخ اس حقیت پر گواہ ہے کہ لوگ جب بھی اس خالق کے بنائے ہوئے طریقہ پر چلتے ہیں تو کامیابیاں اور کامرانیاں قطاریں باندھے ایسے لوگوں کی قدم بوسی کے لئے ترستی ہیں۔

دوسری طرف تاریخ نے یہ بات بھی واضح کر دی کہ اگر اس کے برعکس اس طریق کار سے ہٹ کر یا کسی اور طریق کار پر قوموں نے اپنی تعمیر کی ہے تو نا صرف یہ کہ کوتاہیوں اور ناکامیوں کا منہ انہیں دیکھنا پڑا بلکہ وہ خود دوسری قوموں کے لئے ایک بدترین مثال بن کر رہ گئیں۔ اور لعنت و رسوائی نے ان کے چہروں کو داغدار کر دیا۔

ہندوستانی مسلمانوں کی حالتِ زار پر تعجب نہ ہوتا اگر ان کے پاس خدا کا پیغام اور نظامِ زندگی نہ ہوتا۔

امیر ہند کی حکمت عملی: قرآن حکیم اور نبی کریم ﷺ نے ہمارے لئے یقیناً کامیابی کا ایسا نمونہ چھوڑے۔ جس کی مثال کسی مذہب میں نہیں ملتی۔ چنانچہ انہیں احساسات کے پیش نظر جگر گوشہ شیخ الاسلامؒ حضرت السید اسعد مدنیؒ کی اولوالعزم اور بلند نظر شخصیت نے عزم مصمم کیا۔ تقسیم ہند کے بعد مذکورہ تمام مسائل کا حل اور یہاں کے مسلمانوں میں احساس بیداری کے ساتھ کمزوروں اور غریبوں کی مدد کرنے اور ایک دوسرے کو نفع پہنچانے کی وہ تمام صورتیں مہیا کیں جس کو اسلام اور پیغمبر ﷺ نے پیش فرما کر رہنمائی فرمائی تھی۔

مسلمانوں کی اقتصادی بحالی کے پروگرام کا پس منظر: حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کی زندگی میں ہی ۱۹۴۰ء میں آپ ہی کے ایماء اور تحریک پر ٹانڈہ بادلی ضلع رام پور کے چند دردمند لوگوں نے سادہ اور پُر خلوص

انداز میں ایک ایسا اقتصادی فنڈ قائم کیا۔ جو بلاسودی اسلامی بینکاری کا حامل تھا۔ یہ وہ نقش اول تھا جو حضرت مدنی نے اپنی زندگی میں مسلمانوں کی اقتصادی بدحالی کو دور کرنے کے لئے عملی طور پر پیش کر دیا تھا۔

حضرت فدائے ملت' امیر الہندؒ نے حضرت اقدس شیخ الاسلامؒ کے بتائے ہوئے طریقوں سے تمام پہلوؤں کا بھرپور جائزہ لیا۔ مذکورہ اہم مسائل میں سب سے پہلے مسلمانوں کی اقتصادی بحالی کے پروگرام کا آغاز کیا' تاکہ مسلم معاشرہ کی اقتصادی بدحالی کو دور کیا جائے اور سود جیسی دشمن دین شے سے نجات دلانے کے لئے شریعت اور اسلامی اصولوں کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ چنانچہ جانشین شیخ الاسلام حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ نے سب سے پہلے اس تخیل کو اپنے رفیق خاص محترم مولانا شمیم احمد صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند کے سامنے رکھا۔ دونوں حضرات کے مشورے سے طے ہوا کہ دیوبند کے ذمہ دار مسلمانوں کی ایک مجلس بلائی جائے۔ چنانچہ حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ سے دارالحدیث دارالعلوم میں انعقاد جلسہ کی اجازت لے کر ۱۱ ستمبر ۱۹۶۱ء کو بعد نمازِ عشاء دیوبند کے مخلص' باعمل اور ملی جذبہ رکھنے والے افراد کا ایک نمائندہ اجلاس حضرت قاری صاحبؒ کی صدارت میں منعقد ہوا۔

فدائے ملت' امیر الہند حضرت مولانا السید اسعد مدنیؒ نے سود درسود کے شکنجے میں پھنسے مسلمانوں کے واقعات کو بڑے دلدوز انداز میں پیش کیا۔ دعوت فکر وعمل دے کر مسلم فنڈ دیوبند کے ابتدائی اخراجات کے لئے ایک ہزار بیالیس روپے پچاس پیسے جمع کئے۔

مسلم فنڈ ٹرسٹ (بلاسود بینکاری) کا قیام: حضرت اقدس سید مدنی نے اس نقش اول اور نقطہ آغاز کو نقش ثانی کے طور پر تحریک کی شکل دینے کا عزم حضرت امیر الہندؒ نے فرمایا۔ چنانچہ حضرت مولانا السید اسعد مدنیؒ کی شخصیت نے دیوبند کی سرزمین پر ''مسلم فنڈ'' کے نام سے جو اقتصادی ادارہ قائم کیا۔ اس کو آپ کی ذات نے ترقی دینے اور آگے بڑھانے میں جس جذبے سے کام کیا وہ قابل تحسین ہے۔...... آج دیوبند میں ہی نہیں پورے ہندوستان میں مسلمانوں کی اقتصادی اور معاشی پس ماندگی کو دور کرنے کے لئے علاج کا ایک ایسا طریقہ تلاش کرلیا گیا ہے جس سے آنے والی نسلیں شفایاب ہوتی رہیں گی۔ چنانچہ ۳۹ سال کے اس طویل عرصہ میں ادارے کا ترقیاتی سفر مخلصانہ جدوجہد کے زیر سایہ کامیابی کی منزلیں طے کررہا ہے۔ اس ادارے کا بنیادی مقصد تمام تعمیری اور ترقیاتی پروگراموں کو عملی جامہ پہنانا' کمزور طبقوں کو مضبوط کرنا' ان میں آبرومندی کے ساتھ جذبے کو بیدار کرنا اور مسلم معاشرے کے معاشی استحکام کو تقویت دینا ہے۔

نوٹ: صدیوں بعد عالم اسلام میں یہ بلاسود بینکاری کا نظام پہلی مرتبہ ایک منظم تحریک کی شکل میں عملاً دنیا کے سامنے پیش کیا گیا۔ جو آج تک بڑی بڑی مسلم حکومتیں نہ کرسکیں تاحال پوری دنیا میں یہ ادارہ منفرد ہے۔ (جاری ہے)

انیس الرحمٰن ندوی
رفیق، فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ، بنگلور ۲۹

زیتون کی کرشمہ سازیاں

اور قرآن کی ایک عظیم پیشین گوئی

قرآن مجید میں جس موضوع پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے اور انسان کو اس پر عقلی، منطقی اور سائنسی نقطۂ نظر سے دعوتِ فکر دی گئی ہے وہ ہے معرفتِ الٰہی، اور اس کی وحدانیت، ربوبیت اور خلاقیت کا اثبات۔ اسی وجہ سے قرآن مجید میں جگہ جگہ اس کائنات کے مادی مظاہر میں غور وفکر کرنے اور ان میں پوشیدہ نشانہائے الٰہی کا استخراج واستنباط کرنے اور ان معلوم جزوی حقائق سے نامعلوم کلی حقیقتوں کا ادراک کرنے پر ابھارا گیا ہے تاکہ اس سے جہاں ایک طرف معرفتِ الٰہی حاصل ہوسکے تو دوسری طرف فطرت وشریعت میں مطابقت وہم آہنگی کا اثبات ہوسکے اور یہ حقیقت بھی منکشف ہو کہ ان دونوں کا سرچشمہ اور منبع ایک ہی ہے۔ اسی وجہ سے قرآن مجید کو کتاب دلائل کہا گیا ہے۔

هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ ۔ (بقرہ:۱۸۵)

ترجمہ: (یہ قرآن) لوگوں کے واسطے ہدایت ہے اور ہدایت کی روشن دلیلیں اور حق وباطل میں فرق کرنے والا ہے۔

ان ہی آیات الٰہی میں سے ایک عظیم ترین آیت (نشانی) زیتون کا پھل اور اس کا تیل ہیں۔

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ دونوں میں زیتون اور اس کے تیل کا متعدد جگہوں پر تذکرہ آیا ہے، مگر مجموعی اعتبار سے زیتون کے سلسلے میں قرآن اور حدیث میں وارد بحث میں بنیادی اور اصولی فرق ہے۔ احادیث میں زیتون کا تذکرہ طبی نقطۂ نظر سے ہے جبکہ قرآنِ مجید زیتون پر استدلالی اور اعجازی نقطۂ نظر سے بحث کرتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک جدید ترین سائنسی تحقیق، جس کی رو سے زیتون کے تیل سے بجلی پیدا کی جاسکتی ہے، نے ایک عظیم قرآنی پیشین گوئی کی تصدیق کرکے اس کو حقیقت کا جامہ پہنادیا ہے۔ اس پر تفصیلی بحث آگے آئے گی۔ ہمارے اس مضمون کا موضوع بحث یہی آیت ہے، مگر چونکہ طب نبوی بھی درحقیقت احادیث نبوی کے علمی وطبی اعجاز ہی کے قبیل سے ہے اس لئے اس پر بھی یہاں اعجازی نقطۂ نظر سے مختصر بحث کی جاتی ہے۔

زیتون احادیث مبارکہ میں

زیتون کے سلسلے میں جو حدیثیں آئی ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

عن عمرؓ عن النبی ﷺ أنه قال: ائتدموا بالزیت وادهنوا به فإنه من شجرة مبارکة[۱] ترجمہ: ''حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: زیتون کو سالن کے طور پر کھاؤ اور اس کی مالش کرو۔ کیونکہ وہ ایک مبارک پیڑ کا تیل ہے۔''

عن ابی هريرة عن النبی ﷺ أنه قال: كلوا الزيت وادهنوا به، فإنه من شجرة مباركة[۲] ترجمہ:''حضرت ابوہریرۃ آپؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: زیتون کا تیل کھاؤ اور اس کی مالش کرو۔ کیونکہ وہ ایک مبارک درخت سے ہے۔''

کان النبی ﷺ یدھن بالزیت والورس من ذات الجنب۔[۳]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ ذات الجنب pleurisy کا علاج زیتون کے تیل اور ورس (قط البحری) کی مالش سے کرتے تھے۔

عن علقمة بن عامر: علیکم بزیت الزیتون، کلوہ وادھنوا به فإنه ینفع من البواسیر۔[۴]

ترجمہ: ''حضرت علقمہ کہتے ہیں: تم زیتون کا تیل استعمال کرو، اس کو کھاؤ اور اس سے مالش کرو کیونکہ وہ بواسیر سے فائدہ پہنچاتا ہے۔''

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ جو زیتون کے تیل کی مالش کرے گا شیطان اس سے قریب نہیں ہوتا۔

من ادھن بالزیت لم یقربه شیطان۔[۵]

مندرجہ بالا احادیث سے یہ امر منکشف ہوتا ہے کہ زیتون کے طبی فوائد کے ساتھ ساتھ روحانی فوائد بھی ہیں اسی وجہ سے قرآن اور حدیث دونوں میں اس کے درخت کو مبارک کہا گیا ہے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ وہ جنت کا پیڑ ہے۔ قرآن مجید میں اس کے تیل کو سالن کے طور پر بھی استعمال کئے جانے کی بات کہی گئی۔ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے زیتون کی قسم بھی کھائی ہے۔ ایک دوسری جگہ اللہ اپنے نور کی مثال زیتون کے مبارک تیل سے حاصل شدہ روشنی سے دیتا ہے۔ اس آیت کی تفسیر جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں آگے ملاحظہ ہو۔

طب نبوی کا اعجاز

طب نبوی کا تعلق بھی دراصل احادیث مبارکہ کے علمی وطبی اعجاز سے ہے۔ کیونکہ طب پر نبی کریم ﷺ کے یہ ارشادات دراصل ملکوتی عجائبات ہیں جن کا افشاء رسول اللہ ﷺ کی زبانی کروایا جا رہا ہے۔ طب نبوی کے ان اعجازی پہلوؤں کو جدید سائنسی اور طبی تحقیقات نے بے نقاب کر کے اس پر ایک نئے نقطۂ نظر سے بحث ومباحثہ کا دروازہ کھولنے کے ساتھ ساتھ احادیث مبارکہ کی صحت وصداقت پر سائنٹفک دلائل بھی فراہم کر دئے ہیں۔

طب نبوی کو فنی اعتبار سے بعض لوگوں نے اپنی تنقید کا نشانہ بنایا ہے جن میں سرفہرست نامور اسلامی مؤرخ

علامہ ابن خلدون (م ۸۰۸ھ) ہیں۔ انہوں نے اسے غیر معیاری اور غیر سائنٹفک قرار دیتے ہوئے اس کی توجیہ اس طرح کی ہے کہ نبی کریمؐ کے ان ارشادات کا مقصد تشریع نہیں ہے۔ کیونکہ آپ کی بعثت کا اصل مقصد خدائی احکام کی تعلیم اور روحانی اصلاح و تزکیہ ہے نہ کہ جسمانی علاج و معالجہ۔ ابن خلدون نے آپؐ کے ان ارشادات کا ماٴخذ اس دور کی مروجہ طب اور بڑے بوڑھوں کی کہاوتیں قرار دیا ہے جن میں صحت و عدم صحت دونوں کا احتمال ہوسکتا ہے۔[۶] طب نبوی پر ابن خلدون کے یہ آراء مغربی فضلاء (مستشرقین) کی دلچسپی اور ان کی توجہات و عنایات کا مرکز بنے۔[۷] کیونکہ یہ چیز عین ان کے مزاج و مزاق کے مطابق تھی۔

طب نبوی پر اس طرح کے اعتراضات اور تنقیدات کے ازالہ کے لئے اس کے مقاصد کی جانکاری ضروری ہے۔ انہی مقاصد میں سے ایک اہم مقصد اس کا علمی و طبی اعجاز ہے جس پر ہم نے اوپر روشنی ڈالی ہے۔ ان نبوی ارشادات کی معنویت، افادیت اور مصداقیت پر قدیم طب کے ساتھ ساتھ طب جدید نے بھی مہر تصدیق ثبت کردی ہے بلکہ روز افزوں اس کے عجائبات میں اضافہ ہی ہورہا ہے۔ لہٰذا ان ارشادات کا مقصد بجا طور تشریعی نہیں بلکہ اعجازی ہے۔ اگر ہم طب نبوی سے بھی ایک قدم نیچے آکر احادیث مبارکہ میں موجود آداب زندگی اور روزمرہ کے احکام وفضائل کا جدید طب و سائنس کی روشنی میں باریک بینی سے microscopic مطالعہ کریں تو اس میں بھی ایسی زبردست طبی وسائنسی حکمتیں نظر آئیں گی جو ہمیں مبہوت کردیں گی۔ اس پر بحث اس موضوع سے خارج ہے۔ مگر ان تمام حقائق سے جو چیز نمایاں طور پر سامنے آتی ہے وہ یہ کہ ان نبوی ارشادات اور جدید طبی وسائنسی حقائق میں اس قدر زبردست مطابقت اور ہم آہنگی کسی انسان کی ذہنی پیداوار نہیں ہوسکتی اور نہ اس کا مرجع سنی سنائی باتوں کو قرار دیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا اس کا ماٴخذ سوائے وحی الٰہی کے اور کوئی دوسری چیز نہیں ہوسکتی۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ابن خلدون نے طب نبوی پر باوجود اپنی تنقید کے بعض نبوی ارشادات میں طبی اعجازات کو تسلیم بھی کیا ہے۔[۸]

طب نبوی کا اعجازی مطالعہ اس ناحیہ سے بھی انتہائی اہمیت کا حامل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سحر اور کہانت کی مذمت فرمائی اور طب کو خالص سائنسی و تجرباتی ذرائع سے حاصل کرنے پر زور دیا۔ کیونکہ عہد نبوی میں بالعموم اور عربوں میں بالخصوص مجرب طب کے بجائے جادوگری اور کہانت کا رواج زیادہ تھا اور لوگ علاج معالجہ کے لئے بجائے اطباء کے جادوگروں اور کاہنوں کی طرف رجوع ہوتے تھے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے:

”عن جابر بن عبد الله عن النبی صلی الله علیه وسلم أنه قال: لکل داء دواء فإذا أصاب دواء بریٴ بإذن الله عزوجل۔“

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر ایک مرض کا علاج ہے جب کسی مرض کا صحیح علاج کیا جاتا ہے تو اللہ کے حکم سے اس سے شفا ملتی ہے۔

ایک دوسری حدیث میں آتا ہے:

"عن أبي الدرداء قال قال رسول الله ﷺ: ان الله أنزل الداء والدواء، وجعل لكل داء دواء، فتداووا ولاتداووا بحرام."[۱۰]

ترجمہ: "حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے بیماری اور دوا دونوں نازل کی ہیں اور ہر بیماری کے لئے علاج بھی مقرر کیا ہوا ہے۔ لہذا تم علاج کرو، البتہ حرام طریقہ اور محرمات سے علاج مت کرو۔"

تو ظاہر ہے کہ طب سے متعلق اس قسم کے غیبی اخبار جو اپنی اہمیت اور افادیت میں انقلابی نوعیت کی ہیں اس کا مرجع صرف اور صرف وحی الٰہی ہوسکتا ہے۔

اسی طرح آپ نے اچھے اور ماہر اطباء سے علاج کروانے اور اس سلسلے میں غیر مسلم اطباء سے بھی مراجعت کرنے کا حکم دیا۔ جیسا کہ بعض احادیث سے اس کا پتہ چلتا ہے۔ اور آپؐ نے بعض امراض کا علاج مستقبل میں دریافت ہونے کی بھی پیش گوئی فرمائی۔ ایسی تمام احادیث جن میں آپؐ نے حفظان صحت، امراض کے معالجات اور ان سے بچاؤ کے طریقوں، اطباء کے فضائل، نافع غذا کے استعمال، مریضوں کی عیادت کے اصول اور پاکی صفائی وغیرہ کو مستلزم رکھنے پر زور دیا ہے ان کی تعداد تین سو سے زائد ہے، جس کو طب نبوی کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

کلامی نقطۂ نظر سے بھی ان احادیث کی کافی اہمیت ہے جس سے احادیث مبارکہ کی قدر و منزلت کو کم کرنے اور ان کی قطعیت کو مشکوک کرنے کی عالم اسلام میں چل رہی مختلف تحریکوں کا سد باب بھی ممکن ہوسکتا ہے کہ ان کا ماٗخذ ایک علیم و خبیر خدا کی طرف سے وحی کے اور کوئی دوسری شئ نہیں ہوسکتی۔ نبوی ارشادات (تشریعی اور اعجازی) کے من جانب اللہ ہونے کی تصدیق قرآنِ عظیم نے بھی ان الفاظ میں کی ہے:

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۔ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۔ (نجم:۳-۴)

ترجمہ: اور نہ وہ (نبیؐ) اپنی خواہش سے کچھ کہتا ہے، یہ تو وحی ہے جو اس پر آتی ہے۔

الغرض قرآن مجید کے ساتھ ساتھ احادیث مبارکہ کے یہی وہ بیانات تھے جنہوں نے مسلمانوں کو تجرباتی سائنس و تجرباتی طب کے حصول پر ابھارا۔ مسلمانوں نے ایک مختصر ترین مدت میں سائنس و طب وغیرہ میں جو عظیم الشان ترقی کی ان کا سہرا قرآن اور حدیث ہی کے سر بندھتا ہے۔

طب نبوی کو قدیم طب کے ساتھ ساتھ جدید طبی تحقیقات کی روشنی میں مدون کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

اس نقطۂ نظر سے یہاں زیتون پر قدیم و جدید طبی تحقیقات ملاحظہ ہوں جن سے اس سلسلے میں وارد احادیث کی معنویت و مصداقیت پر روشنی پڑے گی۔

زیتون اسلامی طب میں

طب پر اسلامی دور کی قدیم ترین کتابوں میں ایک کتاب شیخ الرئیس ابن سینا Avicenna (م ۱۰۳۷م) کی ''القانون فی الطب'' Canon ہے۔ ابن سینا کا شمار تاریخ طب کے عظیم ترین اطباء میں ہوتا ہے۔ اس کی یہ کتاب ماضی قریب تک طب میں امہات المراجع کا درجہ رکھتی تھی اور بارہویں صدی سے اٹھارویں صدی تک یورپ کی یونیورسٹیوں میں داخل نصاب تھی۔ ابن سینا نے زیتون کی مختلف انواع کی تقسیم کی ہے اور پھر ان کی الگ الگ انواع، ان کے پھلوں، پتیوں اور تیلوں کے طبی وغذائی فوائد اور مختلف اعضائے جسمانی کے لئے ان کی افادیت کو بالتفصیل پیش کیا ہے۔ اس کا اختصار حسب ذیل ہے:

''زیتون ایک عظیم درخت ہے جو بعض ممالک میں پایا جاتا ہے۔ اس کا تیل کچے زیتون سے بھی نکالا جاتا ہے جس کو زیت انفاق کہتے ہیں اور پکے ہوئے سیاہ زیتون سے بھی نکالا جاتا ہے جس کو مدرک کہتے ہیں اور ان دونوں کے درمیانی سرخ زیتون سے بھی نکالا جاتا ہے۔ اسی طرح زیتون کے تیل کی ایک تقسیم اس کے زیتون کے باغ میں یا ریگستان (بری) میں اگنے کی بنیاد پر بھی ہے۔۔۔ زیت انفاق ٹھنڈا اور مرطوب ہوتا ہے، اور زیت مدرک معتدل گرم اور معتدل مرطوب ہوتا ہے۔۔۔ زیتون کے تیل کی تمام انواع جسم کے لئے مقوی اور حرکت وچستی بخش ہوتی ہیں۔۔۔ بری زیتون کے پتے انگلیوں کی سوجن whitlow کیلئے فائدہ مند ہیں۔ یہ بالعموم گلاب کے عرق کے مانند ہوتا ہے۔ بالوں کی حفاظت کرتا ہے اور اگر ہر دن استعمال کیا جائے تو بڑھاپے کو جلدی آنے سے روکتا ہے۔

۔۔۔ اسی طرح یہ سرخبادہ erysipelas، چھپاکی uticaria اور دوسری سوجنوں کو مٹاتا ہے۔ کچے بری زیتون کا تیل کچے اور سوکھے زخموں اور خارشت mange سے فائدہ دیتا ہے اور اس کے پتے سرخبادہ، ساعیۃ، خبیثہ، وسخہ، نملہ اور چھپاکی کیلئے مفید ہیں۔ وہ ہر طرح کی خارشت یہاں تک کہ جانوروں کی خارشت کو بھی ختم کر دیتا ہے۔ زیتون کے تیل، پانی اور نمک کے مرکب سے آگ کے جلے کو پٹی باندھی جائے تو اس کو فائدہ دیتا ہے۔ اس کا گوند زخموں کے مرہم کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

زیتون کے نمکین پانی سے عرق نسا sciatia کے لئے حقنہ دیا جاتا ہے۔ اسی طرح یہ جوڑوں اور پٹھوں کے درد کے لئے بھی مفید ہے۔

زیتون سر کے مختلف اعضاء کیلئے بہت فائدہ مند ہے۔ زیتون کے پتوں کو کچے انگور کے پانی سے پکایا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ شہد کے مانند ہو جاتا ہے، اس کو کھوکھلے دانتوں پر ملا جاتا ہے تاکہ اسکے نکالنے میں آسانی ہو۔ بری زیتون کا تیل سر درد سے افاقے میں گلاب کے عرق کے مانند ہوتا ہے۔ یہ کان کے سیلان کے علاج میں بھی کام آتا ہے۔ مسوڑوں سے خون کے بہاؤ کو روکتا اور انہیں کستا ہے۔ اور دانتوں کو مضبوط کرتا ہے۔ اگر بری زیتون کے گوند کو

کھوکھلے دانت میں بھر دیا جائے تو وہ درد کم کر دیتا ہے۔ کان کے درد کے لئے اس کے تیل کے قطرات سب سے مفید دوا ہیں۔ اس کے پتے قلاع یا جوشش دہن thrush کے لئے مفید ہوتے ہیں۔

آنکھ کے علاجات: اس کو آنکھوں کی کم بینائی کے علاج کے لئے سرمہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کی جڑ کو آنکھوں کی دواؤں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے جلے ہوئے پتے توتیا (ایک دھات جس سے سرمہ بنایا جاتا ہے) کے بدل کے طور پر استعمال کیئے جاتے ہیں۔ اس کا گوند اس کے دھندلے پن، سفیدی اور قرنیہ چشم cornea کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اسکے پتوں کا رس خروج چشم exopthalmos اور قرینہ کی پھنسیوں اور پھوڑوں کیلئے منافع بخش ہے۔ آنکھ کے لئے بستانی زیتون، بری زیتون سے زیادہ منافع بخش ہے۔

دل کے اعضاء کا علاج: کالا زیتون مع اس کے بیج کے من جملہ ان بخورات میں سے ایک ہے جو دمہ asthma اور پھیپڑوں کے امراض کے لئے فائدہ بخش ہے۔

غذائی فائدے: زیتون اور اس کی جڑ شہوت بڑہاتے ہیں، معدے کو مقوی بناتے ہیں، کائم chyme کو پیدا کرتے ہیں اور ہاضمہ کو بڑھاتے ہیں۔

زہر سے علاج: زیتون کے تیل کو گرم پانی کے ساتھ پیا جائے تو وہ زہر کی قوت کو توڑ دیتا ہے۔ اس ضمن میں بری زیتون کا گوند تریاق کا کام دیتا ہے۔[11]

زیتون کے سلسلے میں یہ تحقیقات آج سے ایک ہزار سال قبل کے ایک مسلمان طبیب و فلسفی کی ہیں۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں نے اس وقت ہی تجرباتی سائنس اور تجرباتی طب میں کس قدر ترقی کر لی تھی، جس کی ایک جھلک زیتون کے سلسلے میں ان کی طبی تحقیقات سے ہمیں نظر آ رہی ہے۔ ابن سیناء سے پہلے اور بعد میں بھی درجنوں بڑے اور نامور مسلم محققین اطباء گزرے ہیں جن میں محمد بن زکریا الرازی (۹۳۲م)، علی بن عباس المجوسی (۹۸۲م)، ابن جلجل (۱۰۰۹م)، ابن الجزار (۳۵۰ھ)، الزہراوی (۱۰۱۳م)، ابن ہیثم (۴۳۰ھ)، ابن وافد (۴۶۵ھ)، امیۃ بن ابی صلت (۵۲۹ھ)، ابن باجہ (۵۳۳ھ)، ابن بیطار (۶۴۶ھ)، ابن نفیس (۶۸۷ھ) اور ابن القف (۶۸۵ھ) وغیرہ قابل ذکر ہیں، جن کی تصنیفات و تحقیقات ہمارے پاس دستیاب نہیں ہیں۔ علماء اور متکلمین نے بھی طب نبوی پر خصوصی کتابیں تصنیف کی ہیں جو زیادہ تر انہیں مسلم اطباء کی تحقیقات سے مستفاد ہیں۔ ان میں عبد اللطیف بغدادی (۶۲۹ھ) کی ''الطب من الکتاب والسنۃ''، علامہ ابن قیم الجوزیۃ (۷۵۱ھ) کی ''الطب النبوی'' اور محمد بن احمد الذہبی (۷۸۴ھ) کی بھی ''الطب النبوی'' قابل ذکر ہیں۔

عبد اللطیف بغدادی جو بیک وقت پائے کے محقق طبیب اور عالم دین بھی تھے زیتون کے تیل کے متعلق اپنی تحقیقات اس طرح قلمبند کی ہیں:

''یہ ٹھنڈا اور مرطوب ہوتا ہے یہ جس قدر پرانا ہوگا اس کی حرارت اسی قدر زیادہ ہوگی۔اس کے تیل کی مالش بالوں اور اعضائے جسمانی کو مقوی بناتی ہے۔اور بڑھاپہ کی آمد میں تاخیر کا سبب بنتی ہے۔وہ جسمانی زہروں کے لئے تریاق کا کام کرتا ہے، پیٹ صاف کرتا ہے،اس کے دردوں کو ختم کرتا ہے اور اس کے کیڑوں کو نکال باہر کرتا ہے۔اس کے منافع بے شمار ہیں۔زیتون کے تیل کے علاوہ تمام قسم کے تیل معدہ اور آنتوں کو کمزور کرتے ہیں۔''[۱۲]

علامہ ابن قیم الجوزیہ لکھتے ہیں:

''زیتون کا تیل اپنے زیتون کے موافق ہوتا ہے۔پکے ہوئے زیتون کا تیل عمدہ اور معتدل ہوتا ہے۔کچے زیتون کے تیل میں برودت اور خشکی ہوتی ہے۔لال زیتون کا تیل ان دونوں تیلوں کا متوسط ہوتا ہے۔کالے زیتون کا تیل گرمی اور رطوبت میں معتدل ہوتا ہے۔یہ زہر سے شفا دیتا ہے، پیٹ صاف کرتا ہے اور اس کے کیڑوں کو نکال باہر کرتا ہے۔اس کے پرانے تیل میں زیادہ تمازت اور تحلیلی قوت ہوتی ہے۔زیتون کے تیل کی تمام اقسام جلد کو ملائم کرتی ہیں اور بڑھاپے کو مؤخر کرتی ہیں۔زیتون کا نمکین پانی مسوڑوں کو کستا ہے،اس کے پتے حمرہ erysipelas ،نملہ اور پھوڑوں وغیرہ کے لئے مفید ہیں۔اس کے منافع اس سے کئی گنا زیادہ ہیں جس کو ہم نے بیان کیا۔''[۱۳]

زیتون طب جدید میں

یہ ایک نہ جمنے والا تیل کہلاتا ہے جس کو بغیر پکائے سالن کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔اس کے انتہائی مفید روغنی تیزابی محتویات oleic acid contents کی وجہ سے انسان کا نظام تغذیہ اور پیٹ دونوں اپنے کام انتہائی نفیس طریقہ سے انجام دیتے ہیں۔یہ معدے کے ورموں اور زخموں وغیرہ کے لئے مفید ہے اس قسم کے امراض میں اس کے ۳۵٪ سے ۵۵٪ فیصد کامیاب طبی تجربے کئے جاچکے ہیں۔

نہار پیٹ دو چمچ زیتون کا تیل مزمن قبض chronic constipation سے راحت دیتا ہے۔

زیتون کا تیل پتہ gallbladder کی نقاہت اور کمزوری کو دور کرنے میں دوائی کا کام کرتا ہے۔یہ اس سلسلے کا سب سے مفید علاج ہے۔پتہ کا یہ علاج جو دراصل طب اسلامی کی تحقیق ہے متعدد جدید طبی تحقیقات نے اس کی تصدیق کی ہے۔

پتھری جو آج کل ایک عام بیماری ہے اس کے علاج کیلئے یہ ایک انتہائی مفید تیل ہے۔پتھری پتہ میں چکنے مادے کی زیادتی اور اس کو تحلیل کرنے کیلئے درکار صفراوی تیزاب bile acid کی کمی کی وجہ سے بنتی ہے۔زیتون کا تیل اس طرح کی پتھریوں کے جمنے کے خلاف مؤثر تحفظ فراہم کرتا ہے۔وہ ممالک جہاں زیتون اگتا ہے اور اس کے تیل کا استعمال زیادہ ہے وہاں یہ بیماری کم ہے۔

زیتون کا تیل نوزائدہ بچوں کے لئے انتہائی مفید ہے۔بنیادی طور پر ان کے لئے کسی بھی طرح کے تیل کا

استعمال انتہائی مضر ہوتا ہے۔لیکن زیتون کے غذائی تجزیے سے اس کا انکشاف ہوا ہے کہ اس میں شیر خوار بچوں کے لئے درکار ضروری چرب مادے کے ساتھ ساتھ ایسی متوازن مقدار میں ترشہ linoleic - linolenic acid پایا جاتا ہے جو ماؤوں کے دودھ میں پایا جاتا ہے۔اسی طرح یہ ہڈیوں کی نشونما اور ان کے تحجر mineralization کیلئے ایک انتہائی مفید تیل ہے۔

طب جدید نے طب اسلامی کی اس تحقیق کو صحیح ثابت کردیا ہے کہ زیتون کا لمبے عرصے مستقل استعمال بڑھاپے کی آمد میں تاخیر کا سبب بنتا ہے۔دراصل انسانی جسم میں موجود اربوں خلیوں cells میں سے ہر ایک خلیہ ایک نظام کا متوارث ہوتا ہے جو ہماری تمام حیوی سرگرمیوں biological activities کا تعیین کرتا ہے۔اور جوں جوں پرانے خلیے مرتے اور ان کی جگہ نئے خلیے پیدا ہوتے رہتے ہیں یہ نظام ان خلیوں کو وراثتاً منتقل ہوتا رہتا ہے۔خلیوں میں پے درپے اس عمل توارث کی وجہ سے ان کے نظام توارث میں بعض غلطیاں جنم لیتی ہیں اور چرب مادہ کا زیادہ استعمال ان غلطیوں میں کثافت پیدا کردیتا ہے جو آگے چل کر موت کا باعث بنتا ہے۔مگر زیتون کا تیل چونکہ متوازن مقدار میں ترشہ اور مانع تکسید اجزاء پر مشتمل ہوتا ہے اس لئے وہ اس طرح کی وراثتی غلطیوں کی اصلاح کے ساتھ ساتھ ان سے تحفظ بھی فراہم کرتا ہے۔جس سے متوقع عمر life expectancy بڑھ جاتی ہے۔

جلدی بیماریوں کیلئے زیتون کا تیل انتہائی مفید ہے۔اس کے استعمال سے ۶۰٪ سے زائد جلد کی موذی بیماریوں کا ازالہ ہوا ہے۔

عمر رسیدہ اشخاص میں ہڈیوں کا تکلس bone calcification ایک عام بیماری ہے۔زیتون کا تیل اس سے تحفظ میں ایک مثبت رول ادا کرتا ہے اور اس کا استعمال ہڈیوں کے تحجر bone mineralization میں مدد دیتا ہے۔اسی طرح زیتون کا تیل قوت ہاضمہ اور قوت تحلیلی غذا کو بڑھاتا ہے جس کی عمر رسیدہ اشخاص کو زیادہ شکایت رہتی ہے۔

تصلب شریاں arteriosclerosis ایک اور موذی اور عام بیماری ہے جو موت کا پیش خیمہ بنتی ہے۔ یہ بیماری سگریٹ نوشی،شریانوں کے بیش تناؤ hypertension ، بڑھاپا اور شکر وغیرہ کی وجہ سے جنم لیتی ہے۔ زیتون کا تیل اس بیماری کے علاج میں انتہائی مفید پایا گیا ہے۔[۱۴]

زیتون کے طبی فوائد کا یہ ایک اختصار ہے ورنہ اسکے فوائد اس سے کہیں زیادہ ہیں جن کو اوپر بیان کیا گیا ہے

زیتون کا تذکرہ قرآن مجید میں

قرآن مجید میں زیتون کے سلسلے میں جو بحث آئی ہے وہ بنیادی طور پر اعجازی اور استدلالی نوعیت کی ہے۔ اس میں کل سات جگہوں پر اس کا تذکرہ آیا ہے۔سورہ انعام کی آیت ۱۴۳ اور سورہ عبس کی آیت ۲۹ میں اس کو

خصوصیت کے ساتھ خدائی نعمتوں میں گنایا گیا ہے۔ سورۂ مؤمنون میں جہاں اس کا تذکرہ بالواسطہ آیا ہے اس کو سالن کے طور پر استعمال کرنے کی بات کہی گئی ہے:

وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُورِ سَيْنَاءَ تَنْبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِلْآكِلِينَ۔ (مؤمنون:۲۰)

ترجمہ: ''اور وہ درخت جو طور سیناء سے نکلتا ہے جو کھانے والوں کے لئے روغن اور سالن لے کر اگتا ہے''

اس آیت کریمہ کی طبی نقطۂ نظر سے کافی اہمیت ہے جس پر بحث کی جا چکی ہے۔ اسی طرح سورۂ تین میں خدائے تعالیٰ نے زیتون کی قسم کھائی ہے۔ مفسرین کی تصریحات کے مطابق اللہ رب العزت قرآن مجید میں اپنی جن مخلوقات کی قسمیں کھاتا ہے وہ اس کی عظیم ترین نشانیوں میں سے ہوتی ہیں۔ [۱۵] اس کے علاوہ دو جگہوں پر زیتون اور دوسری اشیاء کے تذکرے کے بعد ایک جگہ اس میں مؤمنین کے لئے نشانیاں ہونے اور دوسری جگہ اس میں غور وفکر کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہونے کی بات کہی گئی ہے۔

وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ، فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاكِبًا، وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَجَنَّاتٍ مِنْ أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ، أُنْظُرُوا إِلَىٰ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ، إِنَّ فِي ذَٰلِكُمْ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ۔ (انعام:۹۹)

ترجمہ: اور اسی نے آسمان سے پانی اتارا، پھر ہم نے اس سے ہر اگنے والی چیز نکالی، پھر ہم نے اس سے سبز کھیتی نکالی جس سے ہم ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے شگوفوں میں سے پھل کے جھکے ہوئے گچھے اور انگور اور زیتون اور انار کے باغ آپس میں ملتے جلتے اور جدا جدا بھی ہر ایک درخت کے پھل کو دیکھو جب وہ پھل لاتا ہے اور اس کے پکنے کو دیکھو ان چیزوں میں ایمان والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لَكُمْ مِنْهُ شَرَابٌ وَمِنْهُ شَجَرٌ فِيهِ تُسِيمُونَ۔ يُنْبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُونَ وَالنَّخِيلَ وَالْأَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ، إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ۔ (النحل:۱۰-۱۱)

ترجمہ: ''وہی ہے جس نے تمہارے لئے آسمان سے پانی نازل کیا، اسی میں سے پیتے ہو اور اسی سے درخت ہوتے ہیں جن میں چراتے ہو تمہارے واسطے، اسی سے کھیتی اور زیتون اور کھجوریں اور انگور اور ہر قسم کے میوے اگاتا ہے۔ بے شک ان میں ان لوگوں کے لئے نشانی ہے جو غور کرتے ہیں۔''

زیتون پر ان اجمالی تذکروں کے علاوہ قرآن مجید میں زیتون پر ایک تفصیلی آیت بھی آئی ہے جس میں خدائے تعالیٰ نے اپنے نور کی مثال زیتون کے تیل سے حاصل ہونے والی روشنی سے دی ہے۔ اور زیتون کے تیل کے

سلسلے میں ایک عظیم پیشین گوئی کی گئی ہے جس کو ایک تازہ ترین سائنسی تحقیق نے حقیقت کا جامہ پہنا کر اس قرآنی بیان پر مہر تصدیق ثبت کردی ہے۔ اور یہ آیت زیتون کے سلسلے میں قرآن مجید میں وارد دوسری اجمالی آیات کی تفصیل پیش کرتی ہے۔

جدید سائنسی انکشاف اور قرآن کی پیشین گوئی

زیتون کے تیل کے سلسلے میں حال ہی میں ایک نئی سائنسی تحقیق سامنے آئی ہے جس کی رو سے زیتون کے تیل سے بجلی پیدا کی جاسکتی ہے۔ بحر متوسط mediterranian sea کے وہ ممالک جہاں زیتون کی کاشت ہوتی ہے (مثلاً اسپین، مراقش اور اٹلی وغیرہ) وہاں پر زیتون کے تیل سے بجلی پیدا کرنے کے بجلی گھر plants نصب ہونے شروع ہوگئے ہیں اور بڑے پیمانے پر بجلی کی پیداوار بھی جاری ہے۔ یہ بجلی گھر وہاں بڑے علاقوں کی بجلی کی ضروریات کو پوری کررہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس سائنسی انکشاف نے ہمارے بے شمار ماحولیاتی اور اثری مسائل ومشکلات کا حل بھی پیش کردیا ہے۔ اس سے جہاں ایک طرف ہمارے رکازی ایندھن fossil fuel مثلاً کوئلہ، گیس اور پٹرول وغیرہ کی بچت ہوگی جس کے مستقبل قریب میں ختم ہونے کا اندیشہ ماہرین اثریات کی پریشانی کا باعث بنا ہوا تھا تو دوسری طرف زیتون کے تیل کی شکل میں ایک ایسا ایندھن انسان کے ہاتھ لگ گیا ہے جو قابل تجدید واحیاء renewable بھی ہے اور اپنے اندر بقدر طلب فراہمی پیدا کئے جانے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔

اس جدید ترین سائنسی انکشاف کی روشنی میں اب اس سلسلے کی آیت ملاحظہ ہو جس میں زیتون کا تیل بغیر آگ چھوئے ہوئے روشن ہو اٹھنے کی پیشین گوئی کی گئی ہے:

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ، اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ، اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ، یَّکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓءُ وَلَوْلَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ، نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ، یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ، وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ، وَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔ (النور: ۳۵)

ترجمہ: ''اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے، اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے کسی طاق میں چراغ ہو، چراغ شیشے کی قندیل میں ہے، قندیل گویا کہ موتی کی طرح چمکتا ہوا ستارہ ہے، جو زیتون کے مبارک درخت سے روشن کیا جاتا ہے، نہ مشرق کی طرف ہے اور نہ مغرب کی طرف، اس کا تیل قریب ہے کہ روشن ہوجائے اگرچہ اسے آگ نے نہ چھوا ہو، روشنی پر روشنی ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنی روشنی کی راہ دکھاتا ہے اور اللہ لوگوں کیلئے مثالیں بیان فرماتا ہے، اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔''

مذکورہ بالا آیت کے مختلف زاویوں پر کافی لمبی چوڑی بحثیں کی گئی ہیں۔ جن تمام سے قطع نظر ہمارے مدنظر

اس آیت کا یہ ٹکڑا یَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ، نُورٌ عَلٰى نُورٍ "قریب ہے کہ اس کا تیل روشن ہوا ٹھے اگر چہ اسے آگ نے نہ چھوا ہو، روشنی پر روشنی ہے" ہے، جو اپنے اندر علم وحکمت کے اسرار سربستہ سمیٹے ہوئے ہے۔ ایک ایسے دور میں جب کہ بجلی اور مصنوعی روشنی پیدا کرنے کے جدید طریقوں کا تصور بھی نہ تھا اس کی تصویر کشی ان سے بہتر الفاظ میں ممکن نہیں ہو سکتی تھی۔ یہ اسلوب بھی قرآن مجید کے ادبی وفنی اعجاز کی ایک بہترین مثال ہے۔ چودہ سو سال قبل قرآن مجید کی اس پیشین گوئی کو آج سائنس نے صحیح ثابت کر کے اسکے بے شمار آفاقی وانفسی معجزوں میں ایک نئے معجزے کا بھی اضافہ کر دیا ہے۔ واضح رہے کہ سائنس کی یہ تحقیق گزشتہ صدی کی آخری دہائی کے نصف آخر کی ہے۔ اسی طرح مذکورہ بالا آیت ان اہم ترین آیات میں سے ایک ہے جو لفظی اور معنوی دونوں اعتبارات سے بخوبی اس امر کو ظاہر کرتی ہیں کہ سائنس اور علم کی ترقی کیساتھ ساتھ کس طرح قرآن مجید کی نئی تفسیر وتشریح کی جا سکتی ہے۔

یہاں اس جدید سائنسی تحقیق کے دوسرے زاویوں پر بھی روشنی ڈالی جاتی ہے تا کہ اس آیت کے اگلے ٹکڑے ''نور علی نور'' پر بھی اعجازی نقطۂ نظر سے روشنی پڑ سکے۔ نور علی نور کا با محاورہ ترجمہ ''سونے پہ سہاگا'' سے کیا جا سکتا ہے۔ یعنی کہ خدائے تعالی زیتون کے تیل سے بجلی کے انتاج کی تعبیر ان الفاظ میں کر رہا ہے۔ لہذا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہاں یہ تعبیر کیوں لائی گئی ہے؟ اس کے جواب کے لئے زیتون کے تیل سے بجلی کی پیداوار کے طریقہ کار اور اس سے حاصل ہونے والے دوسرے ماحولیاتی اور عمرانی فوائد کو بھی مدنظر رکھنا ہوگا۔

زیتون سے بجلی پیدا کرنے کا طریقہ کار یہ ہے کہ پہلے زیتون کے پھل کو دبا کر اس سے تیل نکالا جاتا ہے۔ پھر زیتون کے پھل اور تیل کے فضلہ residue کو بڑے ہیٹروں میں گھما کر انہیں سکھایا جاتا ہے، پھر اسے جلا کر گرمی اور بجلی پیدا کی جاتی ہے۔ لہذا زیتون سے جو بجلی پیدا کی جارہی ہے وہ دراصل اس کے تیل کے ناکارہ اور قابل اتلاف تلچھٹ سے حاصل ہو رہی ہے۔ اس طرح خدائے ذوالجلال نے زیتون کے پھل اور تیل میں بے شمار فوائد رکھے ہیں ہی، اس کے ساتھ ساتھ اس کے بے کار فضلہ میں بھی ایسی عظیم الشان منفعت رکھ دی ہے جو ہمارے تمدنی مسائل کا حل پیش کر رہی ہے۔ اس کو کہا جاتا ہے ''آم کے آم اور گٹھلیوں کے بھی دام''۔ جس کو قرآن مجید میں ''نور علی نور'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اس سے قبل زیتون سے تیل برآمد کرنے کے بعد اس کے ناکارہ فضلہ اور اس کے اتلاف کو لیکر مختلف طبی اور ماحولیاتی مسائل ومشکلات کا سامنا تھا۔ مثلاً اس کے فضلے سے زمین کی آلودگی اور زیر زمین آبی نظام پر تک اس کے اثر انداز ہونے کے خطرات تھے۔ مگر اس جدید سائنسی تحقیق سے اب یہ ماحولیاتی مسئلہ ایک ماحولیاتی حل میں بدل گیا ہے۔

''نور علی نور'' کی تفسیر ایک دوسرے ناحیہ سے بھی انتہائی اہم ہے۔ اس کے لئے زیتون سے پیدا شدہ بجلی کے استعمال سے ہمارے کرۂ ارض کی فضا پر مرتب ہونے والے اس کے اثرات کو مدنظر رکھنا ہوگا۔

زیتون اور دوسرے نامیاتی مرکبات organic compounds سے حاصل ہونے والی توانائی کو سائنس کی اصطلاح میں حیوی توانائی biomass کہتے ہیں۔ حیوی توانائی کو بطور ایندھن استعمال کرنے سے اس سے فضا میں صرف اسی قدر کاربن ڈائی اکسائیڈ CO_2 خارج ہوتی ہے جتنی کہ وہ نامیاتی مرکبات اپنے پھلنے پھولنے اور بڑھنے کے لئے استعمال کرتے تھے۔ اس سے فضا میں موجود مہلک کاربن ڈائی اکسائیڈ گیس کی مقدار میں کوئی کمی وبیشی نہیں ہوگی یعنی کہ اس توانائی کے استعمال سے جو کاربن ڈائی اکسائیڈ خارج ہوگی وہ فضا میں غیر جانبدار کاربن ڈائی اکسائیڈ CO_2-neutral تناسب کی حامل ہوگی جس سے کروی تمازت اور گرمی کو قابو میں رکھنے اور موسمی و ماحولیاتی تبدیلیوں کو بڑے پیمانے پر بدلنے سے روکنے میں مدد ملے گی۔ اس طرح حیوی ایندھن سے جو توانائی ہمیں حاصل ہوتی ہے وہ آلودگی سے بھی پاک وصاف ہوگی اسی لئے اس کو فطری توانائی سے بھی موسوم کیا گیا ہے۔

اس کے برخلاف رکازی ایندھن (پٹرول، گیس اور کوئلہ وغیرہ) کے استعمال سے خارج ہونے والی کاربن ڈائی اکسائیڈ سے ماحولیات اور ہمارے کرۂ ارض کی فضا کے لئے جو عظیم خطرات لاحق ہو رہے ہیں وہ ماہرین کے لئے دردسر بنے ہوئے ہیں۔ جن پر اگر جلد قابو نہ پایا گیا تو اس سے ہماری فضا کا توازن درہم برہم ہوسکتا ہے اور یہ زمین پر زندگی کے خاتمہ کا اعلان ہوگا۔ اس سلسلے میں ترقی یافتہ اور صنعتی ممالک اپنی یقین دہانیوں اور مختلف قانون سازیوں کے باوجود اپنے ممالک میں فضا میں کاربن ڈائی اکسائیڈ کے اخراج کی مقدار کو گھٹانے کے اپنے وعدے پورے نہیں کر پا رہے ہیں۔ اس صورت حال میں اگر حیوی توانائی کو بڑے پیمانے پر استعمال کیا جائے تو اس سے اس طرح کے ماحولیاتی خطرات پر ایک حد تک قابو پایا جاسکتا ہے۔ ڈبلیو ڈبلیو ایف WWF کی ایک رپورٹ کے مطابق سن ۲۰۲۰ء تک دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کی کل بجلی کا ۱۵٪ فیصد حصہ حیوی توانائی biomass کے ذریعہ حاصل کیا جاسکے گا۔ جس سے فضا میں کاربن ڈائی اکسائیڈ کے اخراج کی موجودہ مقدار کے مقابلے سالانہ ایک ہزار ملین ٹن کی کمی آئے گی۔ اور یہ مقدار کینڈا Canada اور اٹلی Italy کی موجودہ کل سالانہ اخراج کی مقدار کے متوازی ہے۔[۱۶]

حیوی توانائی کو دوسری قابل تجدید renewable توانائیوں مثلاً ہوا اور سورج کی گرمی پر اس معنی میں بھی بہت بڑا امتیاز حاصل ہے کہ اس حیوی توانائی کی ذخیرہ اندوزی stocking کی جاسکتی ہے اور بقدر ضرورت اس کو استعمال کیا جاسکتا ہے جس سے بجلی کی مستقل اور غیر متزلزل non-fluctuating فراوانی بھی ممکن ہوگی۔

زیتون کے پھل، تیل اور پھر اس کے فضلے تک کے ان ہمہ جہت فوائد ومنافع کو مدنظر رکھتے ہوئے اب دوبارہ مذکورۂ بالا آیات اور بالخصوص یَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُورٌ عَلَىٰ نُورٍ کا مطالعہ کریں جس سے اس ربانی ارشاد کی معنویت اور زیتون کے ہمہ جہتی فوائد کے سلسلے میں اس کی مصداقیت پر ایک نئی روشنی پڑے گی، اور ایک علیم وخبیر خدا کے ادراک کا ایک نمونہ بھی ہمارے سامنے پیش ہوگا۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

جیسا کہ اوپر بتایا جاچکا ہے کہ زیتون کے تیل سے بجلی پیدا کرنے کا طریقہ کار یہ ہے کہ اس کے تیل کے فضلہ residue کو سکھانے کے بعد جلا کر اس کو بجلی میں تحویل کیا جاتا ہے، جس کے بعد وہ بجلی قابل استعمال ہوتی ہے۔ لہذا یہاں پر یہ اشکال پیدا ہوسکتا ہے کہ قرآن مجید میں خدائے تعالی اس کے تیل کو آگ چھوئے بغیر روشن ہواٹھنے کی بات کہہ رہا ہے جبکہ واقعہ یہ ہے کہ اس کے تیل کو آگ ہی بجلی میں تبدیل کررہی ہے۔

اگر ہم بغور اس قرآنی بیان اور زیتون کے تیل سے بجلی پیدا کئے جانے کے عمل کا جائزہ لیں تو یہاں یہ اشکال ہی قائم نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس پورے عمل میں زیتون کے تیل کو جلا کر بجلی میں تبدیل کئے جانے کا مرحلہ درمیانہ intermediate stage ہے جبکہ قرآن مجید کا استدلال اس کے قطعی مرحلہ concluding stage سے ہے۔ یعنی کہ اس پورے عمل کی اختتامی کڑی کے بعد حاصل ہونے والا نتیجہ (روشنی) ہے جو بغیر آگ جلائے حاصل ہوگی۔ ظاہر ہے کہ زیتون کے تیل کے فضلہ کو صرف جلا دینے سے وہ آخری نتیجہ برآمد نہیں ہورہا ہے بلکہ اس کے بعد ایک اور مرحلہ ہے جس کو برتنے سے وہ روشنی حاصل ہوگی۔

اس ناحیہ سے بھی اس اشکال کا جواب ممکن ہے کہ چونکہ اس دور میں تیل سے مصنوعی روشنی حاصل کرنے کا صرف یہی ایک طریقہ تھا کہ اس کو آگ لگائی جائے اس لئے یہاں یہ تعبیر لائی گئی ہے کہ اس کو آگ چھوئے بغیر ہی وہ روشن ہوگا جو اس دور والوں کی بہ نسبت بلکہ آج سے ایک دہائی قبل تک لوگوں کے لئے ایک عجیب سی بات تھی۔

مفسرین کے اقوال پر ایک نظر

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں مفسرین کے متعدد اقوال منقول ہیں۔ ان میں سے بعض کے آراء یہاں پیش کئے جاتے ہیں تاکہ اس سلسلے میں ایک اصولی بحث کی جاسکے۔

حضرت کعب الاحبار، ضحاک، اور سعید ابن جبیرؒ نے ''مثل نورہ'' میں ''ہ'' کا مرجع رسول اللہ ﷺ کو مانا ہے۔ اس صورت میں مشکاۃ سے رسول اللہؐ، مصباح سے آپؐ کی نبوت، زجاجہ سے آپؐ کا قلب، شجر مبارک سے وحی اور اسباب وحی (ملائکہ) اور زیت سے وحی میں پوشیدہ دلائل و براہین مراد لئے گئے ہیں۔ اس تفسیر کی رو سے مذکورہ بالا آیت کے ٹکڑے کا مطلب ہوگا: ''رسول اللہ ﷺ کا نور لوگوں پر واضح ہوجائے گا قبل اس کے کہ آپؐ گفتگو کریں۔''

المراد من الزيت نور محمدؐ أي يكاد نوره يبين للناس قبل أن يتكلم۔

حضرت ابی وغیرہ سے منقول ہے کہ ''نورہ'' کی ضمیر کا مرجع مؤمنین ہیں۔ اس صورت میں مشکاۃ سے مراد مؤمن کا دل، مصباح سے اس کا ایمان اور علم، زجاجہ سے اس کا قلب اور زیت سے دلائل و براہین مراد لئے گئے ہیں۔

حضرت حسن بصریؒ نے اس سے قرآن اور ایمان کا نور مراد لیا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے اس کا مرجع اللہ تعالیٰ کو مانا ہے۔ متاخر مفسرین میں حضرت ابن عباس کا قول ہی متداول رہا ہے۔ [۱۷]

اس سلسلے میں امام رازیؒ (۶۰۶ھ) کی تفسیر اس آیت سے مراد لئے گئے ہمارے نئے مفہوم سے زیادہ قریب تر ہے جو حسب ذیل ہے۔

وصف اللہ تعالی زیتھا بأنہ یکاد یضیئ ولو لم تمسسہ نار لأن الزیت إذا کان خالصا صافیا ثم رؤی من بعید یری کأن لہ شعاعا، فإذا مسہ النار ازداد ضوءا علی ضوء کذلک یکاد المؤمن یعمل بالھدی قبل أن یأتیہ العلم، فإذا جاءہ العلم ازداد نورا علی نور وھدی علی ھدی۔ [۱۸]

"اللہ تبارک وتعالیٰ نے زیتون کے تیل کا آگ چھوئے بغیر ہی روشن ہو اٹھنے کا وصف اس لئے بیان کیا ہے کیونکہ جب وہ تیل خالص اور صاف وشفاف ہو اور اس کو دور سے دیکھا جائے تو ایسا محسوس ہوتا ہے گویا کہ اس کی شعاع ہو۔ اور جب اس کو آگ سے جلایا جائے تو اس کی روشنی دوبالا ہو جاتی ہے۔ مؤمن کا بھی یہی حال ہے کہ وہ بغیر علم ودلائل کے بھی ہدایت پر عمل پیرا رہتا ہے، اور جب اس کے پاس علم اور براہین آجاتے ہیں تو اس کا نور ہدایت بھی اسی طرح روشن اور دوبالا ہو جاتا ہے۔"

امام رازی کے بعد تقریباً تمام مفسرین نے اس آیت کا کم وبیش یہی مفہوم مراد لیا ہے۔ جن میں قرطبی (۶۷۱ھ)، خازن (۷۲۵ھ)، ابن کثیر (۷۷۴ھ)، بیضاوی (۷۹۱ھ)، آلوسی صاحب روح المعانی (۱۲۷۰ھ) وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ امام رازی کے پیشرو علامہ زمخشری صاحب کشاف (۵۳۸ھ) نے بھی یہی معنی مراد لئے ہیں۔

تفسیر اور تاویل میں فرق

ظاہر ہے کہ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال تأویل کی قبیل کے ہیں۔ یہ آیت اعجازی نوعیت کی اور متشابہات زمانی کے قبیل سے ہے۔ تأویل کی اصطلاح کو قدمائے مفسرین اور متکلمین اسلام نے ایجاد کیا تھا جس سے ان کا مقصد اس قسم کی مشکلات، مبہمات اور متشابہات قرآن کا ایسا مفہوم پیش کرنا تھا جو عارضی اور متبادل ہو۔ ان مفسرین وشارحین عظام نے اس اصطلاح کو بنانے اور اس کے تحت قرآن مجید سے معانی ومطالب اخذ کرنے میں پوری دیانتداری کا ثبوت دیا اور تاویلات قرآن کو حقیقتاً مرجوح مفہوم ہی قرار دیا۔ لہٰذا اصول تفسیر کی کتابوں میں "تأویل" کی اصطلاحی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

"ھو صرف اللفظ عن المعنی الراجح إلی المعنی المرجوح لدلیل یقترن بہ۔" [۱۹]

’’کسی لفظ کے راجح معنی مراد لینے کے بجائے مرجوح معنی مراد لینا اس پر کوئی دلیل قائم کرتے ہوئے۔‘‘

تو ظاہر ہے کہ تاویل سے کسی حقیقت کو ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ یا دوسرے الفاظ میں تاویل ایک عارضی شئ ہے جس کو اس وقت تک اپنایا جاسکتا ہے جب تک کہ اس آیت کا حقیقی مفہوم سامنے نہ آجائے (ملاحظہ ہوں علامہ محمد شہاب الدین ندویؒ کی تصانیف)۔ اور موجودہ دور میں قرآن مجید کے بہت سے معانی ومطالب جدید علوم ومعارف کی روشنی میں جس طرح واضح ہوتے جارہے ہیں اس سے اس نقطۂ نظر کو تقویت ملتی ہے کہ قرآن مجید کے بیانات کا اصل مصداق اس کا حقیقی مفہوم ہے اور قرآن مجید کے کسی لفظ یا عبارت کا حقیقی مفہوم مراد نہ لیا جا کر اس کا مرجوح مفہوم مراد لیا جانا گویا اس بات کا اشارہ دے رہا ہے کہ اس کا حقیقی مفہوم آنے والے وقت میں ثابت ہوگا (ان شاء اللہ)۔

حواشی

۱- کنز العمال: ۱۰/۸۵ بحوالہ مسند عمر۔

۲- ترمذی وابن ماجہ۔

۳- الطب من الکتاب والسنۃ: البغدادی، ص ۱۱۵۔

۴- رواہ ابن الجوزی۔

۵- الطب النبوی، محمد بن احمد الذہبی۔

۶- مقدمہ تاریخ ابن خلدون: ۱/۶۵۱۔

۷- ندائے فرقان: ۱/۱، ص ۷۷۔

۸- مقدمہ تاریخ ابن خلدون: ۱/۶۵۱۔

۹- صحیح مسلم۔

۱۰- سنن ابی داؤد۔

۱۱- خلاصہ از القانون فی الطب: ابن سینا، ۱/۵۷۶-۵۷۸، دار الفکر بیروت۔

۱۲- الطب من الکتاب والسنۃ: عبداللطیف البغدادی، ص ۱۱۴۔

۱۳- الطب النبوی: ابن قیم الجوزیہ، ص ۲۴۴۔

۱۴- ملاحظہ ہو: www.oliveoil.com پر زیتون کے تیل کی بین الاقوامی کونسل کا مضمون ’’زیتون کے تیل کے طبی فوائد‘‘۔

۱۵- ملاحظہ ہو: التبیان فی اقسام القرآن: ابن قیم ص ۳۔

۱۶- دیکھئے: www.peopleandplanet.net: برقی زیتون، کلیر ڈول، مئی ۲۰۰۴ء۔

۱۷- ملاحظہ ہو تفسیر کبیر: ۲۳/۲۳۷، تفسیر قرطبی: ۱۲/۲۹۰۔

۱۸- (تفسیر کبیر: ۲۳/۲۳۷)

۱۹- مباحث فی علوم القرآن: مناع قطان، ص ۳۲۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت۔

الأمُّ مدرسةٌ إذا أعددتَها ‏ أعددتَ شعباً طيّبَ الأعراق

ماں ایک ایسا مدرسہ ہے اگر تُو نے اسے تیّار کر دیا ‏ تو اعلیٰ اور عُمدہ نسل کی ایک قوم تیّار کر دی

بچیوں کی اعلیٰ دینی و عصری تعلیم کا حسین امتزاج

الجامعۃ المحمدیۃ للبنات

حافظاتِ قرآنِ مجید کے لیے خوشخبری

دو سال میں مڈل	چار سال میں میٹرک	چھ سال میں دورۂ حدیث	آٹھ سال میں ایم اے عربی یا اسلامیات	داخلہ جاری ہے

کُلیّۃ الشّریعۃ و أُصُول الدّین میں داخلہ کی شروط :

- طالبہ کی عُمر ۱۲ سال سے زائد نہ ہو۔
- طالبہ نے قرآنِ پاک کا مل حفظ کیا ہو۔
- طالبہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ مقررہ زبانی امتحان پاس کرے۔

بیرُونی طالبات کے لئے

کھانے پینے اور رہائش کی تمام سہولتوں سے آراستہ وسیع و عریض دارالاقامۃ موجود ہے

کُلیّۃُ الشّریعۃِ و اُصُولِ الدّینِ کا نصابِ تعلیم اور قواعد و ضوابط (prospectus) آپ جامعہ کے دفتر سے حاصل کر سکتے ہیں یا بذریعہ ڈاک منگوا سکتے ہیں۔

غلام مُصطفےٰ حسن مہتمم الجامعۃ المحمدیۃ للبنات ۸۶۔اے کشمیر روڈ، غلام محمّد آباد فیصل آباد ○ پاکستان

Phone : 041 - 2691700 / 2681700 Fax : 041 - 2682700

پروفیسر رشید احمد انگوی
پرنسپل گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ

مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفانِ مغرب نے

ربع صدی قبل یورپ میں شیطانی ہاتھوں سے ناول رقم ہوا' اور اس ملعون کے حقوق انسانی کے تحفظ کا علم بلند کر کے اسلام دشمنی کا ایک سیاہ باب رقم کیا گیا۔ یوں مرحلہ بہ مرحلہ جو طویل اور ختم نہ ہونے والی صلیبی معرکہ آرائی شروع ہوئی اس کا نقطہ عروج نائن الیون کہلایا۔ پھر دوسرا فیز یا صلیبی جارحیت کا نیا سفر شروع ہوا۔ جس کے عنوانات اسامہ' تورا بورا' قلعہ جنگی' کنٹینرزوں کا بطور انسانی ٹرانسپورٹ استعمال' سقوط کابل' سقوط بغداد' وتاریخ انسانی کے عظیم اثاثہ بغداد میوزیم کی تباہی' کربلا' فلوجہ' گوانتانامو' ابوغریب' توہین انسان وقرآن' شیخ یاسین' عرفات' رنتیسی کی شہادتیں' انگلش میڈیم کے تسلط' وعروج' پیاروں کی مسند نشینیوں سے لے کر کارٹونوں کی جسارت تک پھیلائے ہیں اور مغربی تہذیب کی اصل حقیقت یہی ہے' جیسے گاؤں میں بات چھپی نہیں رہ سکتی اسی طرح ''عالمی گاؤں'' کی خبریں بھی اب چھپائے نہیں چھپتیں۔ البتہ کوئی خوش فہمی میں رہے کہ ہمارے سوا کسی کو حقیقت حال کا علم نہیں' تو اس کی حماقت کے سوا ہے۔

دوڑ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو' کے مصداق ایسٹ انڈیا کمپنی کی برصغیر میں آمد اور اسکے نتائج وعواقب پر نظر دوڑائیں تو قدیم وجدید یورپ اور کارٹونوں کا قصہ بہت آسانی سے سمجھ آنے والے مناظر معلوم ہوتے ہیں کہ ان میں تہذیبی معرکہ آرائی' صلیبی جارحیت وتعصب' متکبرانہ وجدید جاہلیت کے سوا نہ ہی کیا (جملہ معترضہ: شورش کاشمیری مرحوم کے خطاب کے دوران کسی نے پتھر پھینکے تو کہنے لگے کہ تعجب کی کوئی بات نہیں' یہ تو ''مکی دور'' سے آرہے ہیں) وہی قدیم سٹائل کے دشمن کو بگڑے ہوئے ناموں سے پکارو۔ فرنگی سامراج نے وہابی کہہ کر اس سے نفرت کی مہم چلائی کہ اسے ملا' قدامت پرست' رجعت پسند' بنیاد پرست' ملی ٹینٹ' شدت پسند جیسے خطابات سے نوازا جاتا رہا اور آج میڈیا کی جملہ توانائیاں اسے ''دہشت گرد'' کے عنوان سے رگید رہی ہیں اور آنے والے کل کو اسے کیا کہا جائے گا اس میں کچھ زیادہ دیر نہیں لگے گی اس لئے کہ ''دہشت گردی'' کے ''وظیفہ'' سے بہت سی مرادیں پائی جا چکی ہیں۔ آج برصغیر کا سب سے بڑا مسلم نیشنلسٹ بابا زندہ ہوتا تو علی گڑھ جا کر دریافت کرتے کہ ذرا اپنی لغت سے ''دہشت گردی'' کے معنی نکال کر تو بتایئے! آج کے حالات کو سمجھنے اور واقعات کی تہہ تک پہنچنے کے لئے ضروری ہے کہ برصغیر میں برطانوی سامراج کی تاریخ کا دقت نظر سے مطالعہ کر کے اہل مغرب کی فطری مکاریوں اور سامراجی چالوں کو سمجھا جائے۔ واضح رہے کہ اس دور کے سامراجی تقاضوں کے مطابق امت مسلمہ کی محبتوں واطاعتوں کے مرکز ومحور نبی آخر الزمان ﷺ سے لازوال و غیر مشروط محبت کو ''سامراجی آلودگیوں'' سے متاثر کرنا اولین ترجیح تھی اور جہاد کے عقیدہ کو متزلزل کرنا دوسری ترجیح اور یہ

دونوں اہداف گورداسپور کے قریب وجوار کے زمینی حوالہ سے پورا کرنے کی کوشش کی گئی۔ کاش کہ فرنگی کی اس ''بنیادی خباثت'' کا ادراک کیا جاتا۔ اسکے اس ''سامراجی اجتہاد'' اور امت مسلمہ کو مستقل بنیادوں پر شکار کرنے کیلئے ''آلہ کار کی تشکیل'' کے عمل کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا جاتا اور قیام پاکستان کے ساتھ ہی تمام دنیا سے رابطہ اس ''مہلک عنصر'' کے ذریعے نہ ہوتا۔ اس عظیم الشان فتنہ کی پرورش اور سرپرستی وحفاظت کی کہانی تو سینکڑوں کتابوں کی متقاضی ہے' ہمارے اکابرین بھی انسان ہونے کی بناء پر منزہ عن الخطاء نہ تھے۔ (اللہ ان پر رحم فرمائے) لیکن اس سامراجی ''درفنطنی'' نے امت مسلمہ کے مفادات اور عالم اسلام کو تادم آخر اغیار کے مقاصد کے مطابق جس طرح زک پہنچائی وہ ہماری ذلتوں اور پستیوں کی اصل الاصول ہونے کے باوصف ہمارے بہت سے مدبروں و دانش وروں کی نگاہوں سے اوجھل او رزبانوں پر بوجھل رہی۔ کتنے کالم اور کتنے قلم اس سامراجی نقب پر لب کشائی کرتے ہیں۔ (ہاں شورش کاشمیری مرحوم کا قلم اس مسئلہ پر خوب رواں رہا) اسی بناء پر ہمارے قلم کاروں کا میراتھن کو محض ایک دوڑ' کرکٹ ایک نارمل سا کھیل' نظر آتا ہے اور اتوار کی چھٹی' انگلش میڈیم' بے حجابی' برتھ ڈے کی رسم اور گردن پر لپٹی صلیبی پٹی جیسے موضوعات کو ناقابل التفات معمولی مسائل سمجھتے ہیں۔ یہ ان کی فکری کوتاہ بصری کا نتیجہ ہے وگرنہ تاریخ کے سمندر کی غوامی بہت کچھ حقیقتیں اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہیں۔ آخر تہذیب اور کس چڑیا کا نام ہے۔

آج مادی دنیا کی امامت امریکہ کے ہاتھ میں ہے۔ یورپ نے اسے بڑا امان کر فرماں بردارانہ رویہ اختیار کر رکھا ہے۔ مگر اسرائیل کے وجود اور محبت وحفاظت میں دونوں میں مسابقت قائم ہے۔ یہی مسابقت و یگانگت عالم اسلام کو ایذا رسانی اور دلی دکھ پہنچانے میں بھی قائم و دائم ہے۔ جدید مغربی سامراج کی جارحانہ لہر مسلمانوں کی بہیمانہ خون ریزیاں کرتے ہوئے جب افغانستان وعراق پر قابض ہوئی ہے تو یورپ و امریکہ شانہ بشانہ ایک جان بن کر حملہ آور ہوئے ہیں اور آج شام و ایران کو آنکھیں دکھانے کی کاروائی میں کوئی ایک دوسرے سے پیچھے نہیں۔ اگر یورپی یونین کی بساط نہ بچھی ہوتی اور برطانیہ سرکار کو یورپ کی سربراہی حاصل نہ ہوتی' تو کسی ڈنمارک کو آزادی رائے کا یہ سیاہ باب رقم کرنے کی ضرورت پیش آتی نہ جرات ہوتی۔ ناول لکھا کر ایک برطانوی شہری کے ''بنیادی حقوق'' کے تحفظ کا نعرہ لگایا گیا اور آج صحافتی محاذ سے آزادی رائے کے نام پر نیا فتنہ اٹھایا گیا ہے۔ صحافت تو معاشروں کے سب سے زیادہ باخبر افراد کا میدان ہوتا ہے' کیا یورپی صحافت آج کے ''عالمی گاؤں'' کے مکینوں کی ایمانیات واحساسات کی دنیا سے اتنی ہی بے خبر ہے' اگر ایسا ہے تو یورپ کا پورا صحافتی وقار دھڑام سے زمین بوس ہو جاتا ہے۔ مگر اصلاً ایسا نہیں بلکہ حقیقت سے آگاہ وخبردار ہونے کی بناء پر ہی تو یہ جسارت کی گئی کہ کس طرح امت مسلمہ کو' جسکے وجود واحترام کو آج تک تسلیم نہیں کیا گیا' درد وکرب اور ذہنی' قلبی' روحانی شدائد ومشکلات کا وحشیانہ انداز میں شکار بنایا جائے' کیا برطانوی سامراج نے بے خبری کی بنا پر ''وہ خود کاشتہ پودا'' تخلیق کیا تھا جس کا پھل وہ صبح وشام کھا رہا ہے۔ اور جس کی حفاظت و

نشونما اس نے اپنے اوپر فرض کر رکھی ہے اور کیا شیطانی ناول نگار کی تخلیق مسلمانوں کے ایمانی حقائق سے بے خبری کی بناء پر کی گئی تھی؟

ہرگز نہیں... کیا لمحہ موجود کی اولین ایٹمی پاور کی جملہ افواج مسلم دنیا کے پہاڑوں وغاروں میں بھاگتے کسی نفس واحد کے تعاقب میں مسلم ایشیاء پر چڑھ دوڑی ہیں؟ امت مسلمہ کے رب نے اسے شیطان کی حقیقتوں سے پوری طرح باخبر کر رکھا ہے اور مغرب کی تمام چالوں کو سمجھنا ذرہ برابر مشکل مسئلہ نہیں۔ اصل رکاوٹ وہ جھوٹے اقتدار ہیں جنہیں صلیبی مغرب نے امت مسلمہ کی گردنوں پر بزور وجبر مسلط کر رکھا ہے۔ وگرنہ کلمہ گو مسلمان کلمہ توحید کی برکت سے ایمان کی روشنی میں جارح، ظالم، غاصب اور باطل مغرب کی اداؤں کو بخوبی جانتے ہیں جن میں سے تازہ ترین ادا اظہار رائے کی آزادی کیلئے ''افسانہ 2006'' کی تخلیق ہے۔..... مسلمانوں کے ردعمل کا تجزیہ کریں تو تاریخ جدید میں یہ صفحات رقم ہوگئے ہیں کہ باطل دنیا مسلمانوں کے کتنے ہی غداروں کو ان پر مسلط رکھے، کلمہ گو مسلمان بنیادی طور پر ''جسد واحد'' ہیں اور قافلہ انبیاء کے سالار، امام الانبیاء، تاج وتخت ختم نبوت کے تاجدار، حضور نبی کریم کی عزت وحرمت پر قربان ہونے سے بڑی سعادت کسی اور چیز میں نہیں سمجھتے۔ مولانا ظفر علی خان نے یہ کہہ کر پوری امت کی ترجمانی کی ہے۔ ؎

نہ کٹ مروں جب تک میں خواجہ یثرب کی عزت پر   خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا

جس جاہل وگنوار صلیبی کارٹونسٹ نے شیطانی قوتوں کی پشت پناہی سے اس ملعون حرکت کا ارتکاب کیا ہے، اس کی اشتعال انگیز نے روئے زمین کے ہر ہر کلمہ گو مرد وعورت بچے کو تڑپا تڑپا کر رکھ دیا ہے اور گزشتہ عشروں کی اخباری دنیا اس پر گواہی ثبت کرتی ہے کہ ایک ایسی ایمانی لہر اٹھی جس کے ذریعے شرق وغرب کے اہل ایمان نے اپنی تڑپ اضطراب اور قلبی رنج وغم کا بھرپور اظہار کیا ہے۔ اس رویہ پر پوری امت قابل تحسین ہے، رہی لاہور کے مال روڈ کے ایک احتجاج میں لاقانونیت، تو اسکے عوامل پر علیحدہ غور کرنے کی ضرورت ہے، کیونکہ توہین رسالت کے مسئلہ پر شیطانی حرکت سے بیزاری کے عالمی وجد آفرین اظہار نے امت کی گہری وحدت سے دنیا بھر کو اور ان کو بھی بہا تنگ دہل آگاہ کر دیا ہے جنہوں نے امت مسلمہ کو ظلم وستم تلے کچلی ہوئی ایسی امت سمجھ لیا تھا جس کی موت واقع ہو چکی ہے۔

اپنی تمام تر کوتاہیوں کے باوصف اظہار جذبہ نے کلنٹن، سیکرٹری دولت مشترکہ اور کئی دیگر اکابرین مغرب کو مجبور کر دیا کہ حیرت واستعجاب سے اپنی انگلیاں دانتوں میں دبا کر سوچیں کہ امت مسلمہ کو اپنے آقا ومولا ﷺ سے کس قدر والہانہ عقیدت ومحبت ہے، رہا سوال کہ امت اپنا حقیقی رول دنیا کے نقشہ پر کیوں نہیں پیش کر رہی، تو اس کا ایک ہی جواب ہے کہ صلیبی مغرب کی سامراجی روش نے اسلامی دنیا کو سیاسی، تہذیبی، معاشی غلامی کی رسیوں میں جکڑ رکھا ہے، آغا خانی طائفہ سے ظفر اللہ کے ہمنواؤں اور الجزائر، ترکی وغیرہ عسکری کارندوں تک کی انتہائی، گہری سازشوں نے امت مسلمہ کے ترقی کی جانب سفر کی پیش قدمی میں رکاوٹیں پیدا کر رکھی ہیں۔ لیکن تابکے؟ جلد یا بدیر آخر کار

اندھیروں نے چھٹنا ہی ہے۔ کہ اس قائد امت کو زیادہ عرصے تک مغربی جاہلیت (جو میدان جاہلیت میں قدیم جاہلیت سے سینکڑوں میل آگے ہے) کا غلام نہیں رکھا جا سکتا۔ صرف اس حقیقت کے ادراک کی ضرورت ہے کہ سب سے گہری غلامی تہذیبی غلامی ہے۔ اگر مسلمان مرد اپنے گلے پر لپٹی صلیبی پٹی اتار دیں، مرد و عورت اپنے ننگے سر ڈھانپ لیں، انگریزی زبان کی پوجا پاٹ ترک کر دی جائے ہمسایہ عظیم تہذیبوں روس، بھارت، چین، افغانستان، ایران کی زبانوں کو برابر عزت دی جائے، دین و ایمان کی زبان عربی کو عام کیا جائے۔ انگریزی کا دشمن کی زبان ہونا'' سمجھ میں آ جائے تو لمحوں میں امت مظلومہ کی کایا پلٹ سکتی ہے۔ ہمارا مطالبہ سفیر واپس بلاؤ سے بڑھ کر یہ ہونا چاہیے کہ مغرب کے نظام و طرز تعلیم کو اپنی زمینوں سے رخصت کرو۔

توہین رسالت کے حوالہ سے پوری امت کی سطح پر ایک پر امن اور خاموش و پر سکون عالمی احتجاج کا ایک عملی فارمولا پیش کیا جاتا ہے۔ او آئی سی تو اصلاً ایک بے جان اور بے روح وجود ہے اس کو چھوڑ کر خادم الحرمین شریفین کی خدمت میں التجا کی جائے کہ امت سے براہ راست خطاب کر کے پوری اسلامی دنیا کے لئے ایک لمحہ مقررہ کا اعلان فرمائیں۔ اس مقررہ لمحہ پر (خواہ اس وقت کسی جگہ دن ہو یا رات) پوری امت مسلمہ صرف یہ کرے کہ مرد عورتیں بچے اپنے گھر، دکان، دفتر، گاڑی سے باہر نکل کر سامنے سڑک پر آ جائیں اور دس منٹ تک وہاں رہیں اور درود شریف کا ورد کرتے رہیں۔ دس منٹ کے بعد واپس اپنے گھر میں داخل ہوں اور مظاہرہ ختم۔ آپ دیکھیں گے ان متعین دس منٹوں میں روئے زمین کی پوری اسلامی آبادی سڑکوں پر ہوگی۔ فی الواقع کسی شہر کی گلی و سڑک پر تل دھرنے کو جگہ نہ رہے گی۔ نہ کوئی جلسہ، نہ نعرہ، نہ بینر، نہ خرچ، نہ کریڈٹ۔ یہ دکھی دلوں کی اظہار کے لئے دس منٹ کے مقررہ وقت پر وقوف عرفات کی طرز پر ''وقوف علی الطریق'' (سڑک پر احتجاجی قیام) کا عمل ہوگا۔ اس ملی احتجاجی مظاہر کو ہوائی جہازوں، ہیلی کاپٹروں کی مدد سے مشاہدہ کیا جا سکے گا۔ اور اس میں ایک ارب سے زائد اہل بیک وقت ایمان اپنی وحدت ایمانی و ملی اور قلبی غم و اضطراب کا اظہار کر سکیں گے۔ یہ پروگرام اقوام متحدہ میں مسئلہ پیش کرنے کے موقع پر بھی کیا جا سکتا ہے۔

اس تمام تر صورتحال کا ایک رخ وہ بھی ہے جسے علامہ اقبال نے اپنے نور بصیرت کی بنا پر پون صدی پہلے کہہ دیا تھا کہ ''مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفانِ مغرب نے''۔ لمحہ موجود کی پکار ہے کہ مسلمان آنکھیں کھولیں، ہوش کے ناخن لیں، اپنے آپ کو سنبھالیں، اغیار کی غلامیوں کا پھندہ اپنی گردنوں سے اتار پھینکیں، اپنے دین، اپنی کتاب، اپنے رہبر، اپنے قبلہ، اپنی وحدت'' کی حقیقت عظمی کا ادراک کریں۔ دوستوں اور دشمنوں میں فرق کرنا سیکھیں۔ جاہلیت جدیدہ پر مبنی مغربی شیطنت اس قابل نہیں کہ اسے محبوب بنایا جائے، انسانیت کی راہنمائی کے مقام پر فائز یہ قائد امت اپنے مقام کو پہچان کر علم و تحقیق، محنت شاقہ، جذبہ حریت، سامراج دشمنی، کے لائحہ عمل کو اپنا لے اور اپنے رب کریم سے دور حاضر کا وہ ''براھیم'' مانگے جو عصر جدید کے ''بتانِ وھم وگماں'' کو ان کے اصل انجام سے دوچار کر سکے۔ (آمین)

دارالافتاء

مولانا مفتی مختار اللہ حقانی
مفتی جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

حالتِ نماز میں موبائل بند کرنے کا حکم

استاذ محترم مولانا مفتی مختار اللہ حقانی صاحب۔ دارالافتاء دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔

ایک مسئلہ کے بارے میں دریافت کرنا ہے کہ آنجناب کے علم میں ہے کہ اس وقت موبائل فون کا ایک عام رواج ہے اور اس میں مختلف ٹونز ہوتے ہیں جو فون آنے پر بجتے ہیں۔ بسا اوقات نماز کے دوران فون آجاتا ہے۔ جس سے نماز میں پوری توجہ اور خشوع وخضوع متاثر ہو جاتا ہے۔ خود نمازی کے علاوہ جماعت میں شامل دوسرے لوگوں کی توجہ الی اللہ بھی کٹ جاتی ہے۔ اب اگر کوئی شخص نماز کے دوران ہی موبائل بند کرے، تو کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو بار بار فون آنے پر کیا کیا جائے گا؟ اور کتنی بار موبائل بند کیا جاسکتا ہے، اسی طرح اگر وہ نماز توڑ کر موبائل بند کرے تو کیا موبائل بند کرنے کے لئے نماز توڑنا جائز ہے یا نہیں؟ مدلل جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔

عبداللہ (متعلم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

الجواب وباللہ التوفیق

نماز اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجات کا ایک اہم ذریعہ ہے اس لئے نماز میں کامل توجہ اور خشوع وخضوع کا لحاظ رکھنا انتہائی ضروری ہے اور ہر ایسے عمل کا پہلے سے سدباب کرنا چاہیے جو نماز میں خلل پیدا کرتا ہو اس لئے ضروری ہے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے ہی موبائل فون بند کیا جائے یا کم از کم موبائل کی ٹون (آواز) بند کی جائے، تاکہ فون آنے کی صورت میں نمازی کی توجہ اور خشوع وخضوع متاثر نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کیساتھ مناجات میں خلل پیدا نہ ہو جائے۔

لیکن اگر بھولے سے موبائل بند کرنا یا اس کی آواز بند کرنا رہ جائے اور نماز شروع کرنے کے بعد فون بجے تو محض صرف اس وجہ سے نماز توڑنا کہ فون آنے پر نمازی کی خود اور دوسروں کی توجہ متاثر ہو رہی ہے، نماز توڑنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ نماز توڑنا چند اعذار کے ساتھ مخصوص ہے اور صرف ضرورت شدیدہ کے وقت نماز توڑی جاسکتی ہے۔

کما قال الحصکفی" ویباح قطعها لنحو قتل حیة وندابة وفور قدر وضیاع ماقیمته درهم له او لغیره (الدر المختار علی صدر رد المحتار ۱/۶۵۴) جبکہ موبائل کا بجنا اور نمازی کے خشوع وخضوع میں خلل واقع ہونا، کوئی ایسا عذر نہیں ہے جس کی وجہ سے نماز توڑنے کی گنجائش ہو، البتہ اگر عمل قلیل سے موبائل بند کرنا ممکن ہو تو موبائل بند کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے کہ عمل قلیل نماز پر اثر انداز نہیں ہوتا، اگرچہ بلا عذر عمل قلیل کا ارتکاب مکروہ ہے۔

کما فی الهندية و کل عمل قليل بغير عذر فهو مکروه كذا في البحر الرائق (الفتاوى الهندية ۱۰۹/۱) فی الدر المختار يكره اشتعال الصماء' والا عتجار و التلثم و التنفخم و کل عمل قليل بلاعذر (شامی ۶۵۲/۱) قال ابن عابدینؒ و التنخم هو اخراج النخامة بالنفس الشديد لغير عذر (شامی ۶۵۲/۱) البتہ عذر اور اصلاح صلوٰۃ کے لئے نماز میں عمل قلیل کو جائز رکھا گیا ہے' جس کے نظائر کتب فقہ میں موجود ہے' کما في الهندية في الحجة ويكره ان يذبّ بيده الذباب و البعوض الا عند الحاجة بعمل قليل كذا في التاتار خانية (الفتاوى الهندية ۱۰٦/۱) وفي الدر المختار و كره كفه أي رفعه بجسده للنهي إلا لحاجة ولاباس به' قال ابن عابدين الا لحاجة' كحک بدنه لشئي أكله وأضره وسلت عرق يؤلمه ويشغل قلبه و (شامی ۶۴۰/۱)...... و قال ابن عابدين وحاصله ان كل عمل هو مفيد للمصلى فلا بأس به أصله ماروى أن النبي صلی اللہ علیہ وسلم عرق في صلاته فسلت العرق عن جبينه أي مسحه لأنه كان يؤذيه فكان مفيداً (ردالمحتار ۶۴۰/۱)

البتہ عمل قلیل اور کثیر کے تعین کے بارے میں فقہاء کرام سے متعدد اقوال مروی ہیں' علامہ حصکفیؒ اور علامہ شامیؒ نے تقریباً پانچ اقوال نقل کئے ہیں۔

(۱) ایسا عمل کہ اس کے فاعل کو دور سے دیکھنے والا نماز سے خارج سمجھے۔

(۲) جو کام عادۃً دو ہاتھوں سے کیا جاتا ہو جیسے ازار بند باندھنا' عمامہ باندھنا' اگر ان امور کو ایک ہاتھ سے کیا جائے تو قلیل ہے۔ (۳) تین حرکات متوالیہ عمل کثیر ورنہ قلیل (۴) ایسا عمل جو فاعل کو ایسا مقصود ہو جس کو وہ عادۃً مستقل مجلس میں کرتا ہو' جیسے بچے کو دودھ پلانا' (۵) نمازی کی رائے میں کثیر ہو۔

قال الحصكفيؒ ويفسدها كل عمل كثير ليس من اعمالها ولا لاصلاحها وفيه اقوال خمسة أصحها مالايشک وبسببه الناظر من بعيدى في فاعله أن ليس فيها وان شک أنه فيها ام لا فقليل قال ابن عابدينؒ صحّحه في البدائع وتابعه الزيلعي والولوالجي وفي المحيط أنه الأحسن قال الصدر الشهيد إنه الصواب وفي الخانية والخلاصة إنه اختيار العامة ...... القول الثاني أن مايعمل عادة باليدين كثير وأن عمل بواحدة كالتعميم وشد السراويل وعمل بواحدة قليل...... الثالث الحركات الثلاثة المتوالية والافقليل الرابع ما يكون مقصوداً بأن للفاعل بأن يفرد له مجلسا على حدة قال في التتار خانية وهذا القائل يستدل بأمراة صلت فلمسها زوجها

أو قبلها بشهوة او مص صبي ثديها و خرج اللبن تفسد صلاتها الخامس التفويض إلى رأي المصلي فان استكثره فكثير و الا فقليل (ردالمحتار ۱/۶۲۴، ۶۲۵)

ان اقوال میں پہلے تینوں اقوال کا مرجع تقریباً ایک ہے اور یہی راجح ہے کہ عمل کثیر ہر ایسا عمل جو نہ نماز کی درستگی کے لئے ہو اور نہ نماز کے اعمال میں سے ہو، اور اس کے کرنے سے دور سے دیکھنے والے شخص کو غالب گمان ہو جائے کہ یہ شخص نماز میں نہیں، یہ عمل عمل کثیر ہے اس سے نماز ختم ہو جاتی ہے، اور جو ایسا نہ ہو تو وہ عمل قلیل ہے لہذا موبائل کا بند کرنا اگر عمل کثیر کی حد تک نہ پہنچا ہو تو اس کے بند کرنے پر نماز پر کوئی برا اثر نہیں پڑے گا۔ اب اگر موبائل فون بار بار بجتا ہو تو عمل قلیل کے ذریعے دوبارہ بلکہ سہ بارہ بھی موبائل کو بند کیا جا سکتا ہے، بشرطیکہ بار بار موبائل بند کرنے میں عمل کثیر نہ ہو سکے، تاکہ نماز کے فاسد ہونے سے بچا جا سکے، عمل کثیر کی تعریفات میں الحركات الثلاثة المتوالية کی جو تعریف مذکور ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک رکن کی مقدار یعنی جتنے وقت میں تین بار سبحان ربي الاعلى کہا جا سکے مراد ہے ظاہر ہے کہ اتنے وقت میں اگر تین حرکات واقع ہوئیں، تو وہ متوالیہ ہی ہوں گے اور یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ وحدۃ رکن کے ساتھ توالی بھی شرط ہے، سو کسی طویل رکن میں تین حرکات کا اس طرح وقوع کہ آخری حرکت بقدر رکن وقت کے بعد ہو، مفسد نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ۳/۴۱۹)

كما في الدر المختار و كره...... وعبثه به أي بثوبه وبجسده للنهي الالحاجة قوله الالحاجة كحك بدنه لشئي اكله و أضره وسلت عرق يؤلمه ويشغل قلبه وهذا لو بدون عمل كثير قال في الفيض الحك بيد واحدة في ركن ثلاث مرات يفسد الصلوة إن رفع يده في كل مرة (ردالمحتار ۱/۶۴۰)

خلاصہ یہ ہے کہ پہلے تو نماز کو شروع کرنے سے قبل اپنا موبائل فون بند کر لینا چاہیے اور اگر سہواً بند کرنا رہ جائے تو دوران نماز اگر موبائل پر فون آئے تو عمل قلیل سے اس کو بند کرنا جائز ہے۔ اگرچہ بار بار کیوں نہ بجے بشرطیکہ بار بار بند کرنا عمل کثیر کی حد تک نہ پہنچے۔

الکحل ملی ہوئی ادویات اور عطریات کا استعمال

سوال: جناب مفتی صاحب دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، ایک مسئلہ دریافت طلب ہے کہ آج کل ہومیو پیتھک کی جملہ ادویات میں اور ایلو پیتھک کی کافی ساری ادویات میں الکحل استعمال ہوتا ہے اسی طرح بعض عطریات وغیرہ میں بھی الکحل استعمال ہوتا ہے، اس الکحل کے بغیر ان ادویات کا موثر ہونا یا دیر تک رہنا ممکن نہیں ہوتا، اور کہا جاتا ہے کہ الکحل شراب ہے، کیا ایک مسلمان کے لئے شراب ملی ہوئی ادویات اور عطور کا استعمال جائز ہے۔ اس کا شرعی حکم مدلل

اور مفصل عنایت فرمائیں۔ والسلام (ایم وکیل خان) باڑہ خیبر ایجنسی

الجواب وباللہ التوفیق

الکحل کے بارے میں مولانا برہان الدین سنبھلی صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے ماہرین سے الکحل کی حقیقت دریافت کی تو انہوں نے بتایا کہ وہ ایک عنصر ہے جو بہت سی چیزوں مثلاً پھلوں، ترکاریوں کے اندر قدرۃً موجود رہتا ہے۔ اسی عنصر کو بعض تدابیر سے علیحدہ کر کے بہت سے اغراض کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً خوشبو، ذائقہ بڑھانا، کسی چیز کو جلد خراب ہونے سے بچانا اور اس کا ایک خاص وصف یہ ہے کہ اس کے اندر بہت سی اشیاء بھی تحلیل ہو جاتی ہیں جو اور کسی طرح حل نہیں ہوسکتیں۔ دریافت کرنے پر یہ بھی بتایا گیا کہ اس میں ہلاکت خیز حد تک سکر (نشہ) ہوتا ہے، یعنی کوئی شخص خالص الکحل استعمال کرے تو نشہ کیساتھ ہلاک بھی ہو جاتا ہے۔ (تعمیر حیات ۱۰ ارفروری ۱۹۹۰ء، بحوالہ جدید مسائل شرعی حل ص ۲۵۷)

اور یہ بھی ایک مسلم حقیقت ہے کہ الکحل آج کی زندگی کے لوازمات میں سے ہے۔ اس لئے کہ یہ عنصر بہت سی سائنٹفک اغراض کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، مثلاً ہومیو پیتھک دوائیوں میں عام طور پر الکحل استعمال ہوتا ہے، ایلو پیتھک کے بھی بہت سی دواؤں میں الکحل شامل ہے۔ رنگوں میں، عطریات میں بھی اور کیمیکلز وغیرہ میں اس کا استعمال عام ہے۔ گویا آج کی دنیا میں اس کے استعمال سے بچنا مشکل ہے، مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ ایک نشہ آور شئی ہے اور اکثر فقہاء کرام کے ہاں تمام نشہ آور چیزیں شراب کا مصداق ہے، لقول علیہ السلام کل مسکر حرام، علماء احناف میں یہی رائے امام محمدؒ کی ہے، چونکہ اس باب میں دلائل زیادہ قوی ہیں اس لئے متاخرین علماء نے امام محمدؒ کی رائے کو مفتی بہ قرار دیا ہے، کما قال الحصکفیؒ وحرمها محمد أی الاشربة المتخذة من العسل والتين ونحوهما قاله المصنف (مطلقاً) قليلها و كثيرها وبه يفتى۔ ذكره الزيلعي وغيره۔ قال ابن عابدينؒ (قوله وبه يفتى) أی يقول محمد وقوله الائمة الثلاثة لقوله عليه الصلوة والسلام كل مسكر خمر و كل مسكر حرام رواه مسلم وقوله عليه الصلوة والسلام ما اسكر كثيره فقليله حرام رواه أحمد وابن ماجة والدار قطني وصححه (قوله وغيره) لصاحب الملتقى والمواهب والكفاية والنهاية والمعراج وشرح المجمع وشرح درر البحار والقهستاني والعيني حيث قالوا الفتوى في زماننا بقول محمدؒ لغلبة الفساد (ردالمحتار ۶/۴۵۴، ۴۵۵)

اور ان ہی علماء کے ہاں یہ تمام اشربہ مسکر نجاست غلیظ ہیں: كما قال ابن عابدينؒ وهذه الاشربة عند محمد وموافقيه كخمر بلاتفاوت في الاحكام وبهذا يفتى في زماننا فخص الخلاف بالاشربة وظاهر قوله بلاتفاوت أن نجاستها غليظة فتنبه اه (ردالمحتار

۴۵۵/۶) اور علامہ تقی عثمانی نے لکھا ہے ولکن ذکر المتاخرون ان الراجح کو تھا نجاسة غليظة (تکملة فتح الملهم ٦٠٨/٣) اور علامہ حصکفیؒ نے لکھا ونجاسة ای الطلاء علی التفسير الاول كذا قال المصنف كالخمر به يفتی قال ابن عابدینؒ تحت قول به يفتی عزاه القهستانی الی الکرمانی وغیره (رد المحتار ٤٥١/٦)

اسلئے ان علماء کرام کے ہاں تمام مسکر مشروبات کا استعمال نہ خارجاً جائز ہے اور نہ داخلاً اور نہ ان کا پینا جائز ہے۔

لیکن امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ صرف چار اقسام کی شراب کو خمر کا مصدق قرار دیتے ہیں۔ (۱) انگور کی کچی یا پکائی ہوئی شراب (۲) کھجور کی شراب (۳) منقا کی شراب (۴) چھوہاروں کی شراب یہ چاروں قسم کی شراب مطلقاً حرام ہیں نہ ان کا خارجی استعمال جائز ہے اور نہ داخلی استعمال اور نہ ان کا پینا جائز ہے۔ البتہ ان کے علاوہ جو اشربۃ ہیں وہ اس وقت حرام ہیں جب وہ اتنی مقدار میں پی جائے جو نشہ پیدا کردے اور نجس بھی نہیں۔ کما قال تقی عثمانی واما غیر الاشربة الاربعة فليست نجسة عند الامام ابی حنیفہؒ (تکملة فتح الملهم ۶۰۸/۳)........... جبکہ الکحل عموماً اشربۃ اربعۃ کے علاوہ دوسری اشیاء سے بنتا ہے، علامہ تقی عثمانی مدظلہ نے لکھا ہے۔

لأنها ان لم تكن مصنوعة من التی من ماء العنب فلا يحرم بيعها عنده و الذی ظهرلی ان معظم هذه الكحول لاتصنع من العنب بل تصنع من غيرها و راجعت له دائرة المعارف البريطانية المطبوعه ١٩٥٠م ٥٤٤/١) فوجدت فيها جدولا للمواد التی تصنع منها هذه الكحول فذكر فی جملتها العسل و الدبس و الحب و الشعير والمجور وعصير انانا س (التفاح الصوبری) والسلفات و الكبريتات ولم يذكر فيها العنب و التمر (تکملة فتح الملهم ۵۵۱/۱)

اور اس وقت الکحل ایک ضرورت بن چکا ہے، اس لئے کہ اس دور میں تقریباً تمام تر مصنوعات میں کسی نہ کسی درجے میں اس کا استعمال ہوتا ہی ہے، جو ایک عموم بلوئ اور ضرورت عامہ کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ علامہ عثمانی صاحب مدظلہ نے لکھا ہے، وانما نبهت علی هذا لأن الكوحل المسكرة (Alcohals) اليوم صارت تستعمل فی منظم الأدوية و لأغراض كيمياوية أخری ولاتستغنی عنها كثير من الصناعات الحديثة وقد عمت بها البلوی و اشتدت إليها الحاجة و الحكم علی قول أبی حنيفة سهل (تکملة فتح الملهم ۵۵۱/۱)

لہذا جب الکحل اشربۃ اربعۃ کے علاوہ دیگر اشیاء سے تیار کئے جاتے ہیں اور امام صاحب کے ہاں دیگر اشیاء سے تیار کیا گیا شراب نجس بھی نہیں اور نہ حد سکر سے کم کی مقدار اس کا استعمال حرام ہے۔ اس لئے الکحل ملی

ادویات اور عطریات وغیرہ کے استعمال میں کوئی قباحت نہیں ہونی چاہیے اور تقریباً اکثر متاخرین اہل علم نے اسی کو راجح قرار دیا ہے' علامہ تقی عثمانی مدظلہ نے لکھا ہے۔ وبهذا يتبين حكم الكحول المسكرة (Alcohals) التى عمت بها البلوىٰ اليوم فإنها تستعمل فى كثير من الادوية والعطور والمركبات الأخرى فأنها إن اتخذت من العنب او التمر فلاسبيل إلى حلتها اوطهارتها وان اتخذت من غيرهما فالا مرفيها سهل على مذهب أبى حنيفة ولايحرم استعمالها للتداوى اولاغراض مباحة أخرى مالم تبلغ حد الاسكار لأنها إنما تستعمل مركبة مع المواد الأخرى ولا يحكم بنجاستها أخذاً بقول ابى حنيفه وان معظم الكحول التى تستعمل اليوم فى الادوية والعطور وغيرها لاتتخذ من العنب أو التمر أنما تتخذمن الحبوب أو القشور اوالبترول وغيره كما ذكرنا فى باب بيع الخمر من كتاب البيوع و حينئذ هناک فسحة فى الأخذ بقول ابى حنيفه عند عموم البلوىٰ (تكملة فتح الملهم ٦٠٨/٣) اس کے علاوہ ادویات اور عطور وغیرہ میں مل جانے کے بعد اس کی ذاتی حیثیت بھی ختم ہو جاتی ہے' نہ اس میں وہ نشہ رہتا ہے اور نہ وہ اپنی اصلی حالت پر باقی رہتی ہے' اور جب کوئی شئی اپنی اصلی حالت پر باقی نہیں رہتی تو اس کے احکام تبدیل بھی ہو جاتے' اس لئے فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اگر شراب سے سرکہ بنایا جائے تو اس سرکے کا استعمال شرعاً جائز ہے اس پر شراب کے احکام جاری نہ ہوں گے۔ قال ابن عابدين واذا صار الخمر خلا يطهر مايوازيها من الاناء. واما اعلاه فقيل يطهر تبعاً وقيل لايطهر لانه خمر يابس الا اذا غسل بالخل فتخلل من ساعته فيطهر هداية والفتوىٰ على الاول خانية (ردالمختار ٤٥١/٦) قال ابن عابدين فى غاية البيان عن شرح الطحاوى لوخلطها بالماء ان الماء أقل أومساوياحدو ان أغلب فلا الا اذا اسكر وفى الذخيرة عن القدورى اذا غلب الماء عليها حتى زال طعمها وريحها فلاحد (ردالمختار ٤٤٩/٦) اس کے علاوہ جن ادویات میں ان کا استعمال ہوا ہے وہ حد اسکار تک نہیں پہنچے ہیں اور خصوصاً تداوی کے لئے فقہاء کرام نے بھنگ' افیون کو بھی جائز قرار دیا ہے۔ کما فى خلاصة الفتاوى شرب البنج للتداوى لابأس به (خلاصة الفتاوىٰ ٢٠٤/٤)

قال ابن عابدينؒ عن شرح شيخ الاسلام أكل قليل السقمونيا البنج مباح للتداوى (ردالمحتار ٤٥٧/٦) وقال ايضاً وهو صريح فى حرمة البنج والافيون

لالدواء وفی البزازیة والتعلیل ینادی بحرمته لالدواء کلام البحر وجعل فی النهر هذا التفصیل هو الحق (رد المختار ۶/۴۵۷) اورالهندیة میں ہے هل یجوز شرب القلیل من الخمر للتداوی اذا لم یجد شیئا یقوم مقامه فیه وجهان (الهندیة ۵/۳۵۵)

اور خصوصاً جب اس کے اوصاف خمریہ زائل ہو جائے کما قال ابن عابدین مر ان صاحب القنیة انها تحل اذا زالت عنها أوصاف الخمرية وهی المرارة والاسكار لتحقق انقلاب العین کما لو انقلبت خلا (رد المختار ۶/۴۵۰)

تو اس جملہ تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ موجودہ دور میں ادویات عطریات اور بعض دیگر مشروبات میں الکحل کا استعمال ایک ضرورت بن چکا ہے بدون اس کے ان ماکولات ومشروبات اور عطریات کا تعفن (خراب ہونے) سے بچنا تقریباً ممکن نہیں۔ اسی طرح ادویات خصوصاً ہومیوپیتھک کے ادویات اس کے بغیر ناپید ہیں' اوران اشیاء میں اس کا استعمال بھی مغلوب کے درجے میں ہے' جس سے اوصاف خمریہ یعنی مرارہ کڑواھٹ اور نشہ بھی تقریباً ختم ہو چکا ہوتا ہے۔ اس لئے مذکورہ دلائل اور ارباب علم وافتاء کی ترجیح کی روشنی سے معلوم ہوتا ہے کہ الکحل ملی ادویات وعطریات' اور مشروبات حلال اور جائز ہے اگرچہ تقویٰ بچنے میں ہے۔

میت کو تابوت میں دفنانے کا شرعی حکم

(۱) کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام درجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل مردے کو تابوت میں رکھ کر قبر میں دفنایا جاتا ہے اور اسکے لئے عمدہ اور بہتر قسم کے تابوت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ہم نے بعض علماء کرام سے سنا ہے کہ تابوت میں میت کو دفنانا مکروہ ہے۔ مہربانی فرما کر وضاحت کریں کہ اسلامی تعلیمات کی رو سے مردے کو تابوت میں رکھ کر دفنانے کی کیا حیثیت ہے۔ (۲) اسی طرح اگر کوئی شخص بحری جہاز میں فوت ہو جائے اور اس کو ساحل پر لانے میں دشواری ہو تو اس کے ساتھ کیا کیا جائے؟ باحوالہ جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔ بینوا توجروا

احسان اللہ (صوابی) ۲/مارچ ۲۰۰۶ء

الجواب وبالله التوفيق

مردے کو دفنانے کا طریقہ بنی نوع انسان کی تخلیق کے ساتھ ہی شروع ہوا ہے' چنانچہ جب قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا تو پھر اس کی لاش کے بارے میں حیران و پریشان تھا کہ وہ اس لاش کے ساتھ کیا کرے تو اللہ تعالیٰ نے ایک کوا بھیجا کہ وہ چونچ اور پنجوں سے زمین کھود کر دوسرے کوے کو اس میں رکھ کر اوپر مٹی ڈالے اور قابیل کو گویا

دفنانے کے طریقہ کی تعلیم دے۔اس وقت سے مردے کو دفنانے کا طریقہ چلا آ رہا ہے۔اس لئے مختلف اقوام کے ہاں مردے کو دفنانے کے مختلف طریقے رائج ہیں۔اسلام میں مردے کا دفنانا فرض کفایہ ہے(علم الفقہ' حصہ دوم/۳۵۲)

قبر کی ساخت کے بارے میں فقہا کرام نے لکھا ہے کہ میت کی قبر کم از کم نصف قد کے برابر ہونی چاہیے اور اگر پورے قد کے برابر قبر کھودی جائے تو زیادہ بہتر ہے۔کما قال ابن عابدینؒ (قوله مقدار نصف قامة الخ) أولى حد الصدر وإن زاد إلى مقدار قامة فهو أحسن كما في الذخيرة فعلم أن الادنى نصف القامة والاعلى القامة وما بينهما شرح المنية وهذا احد العمق والمقصود منه المبالغة في منع الرأية ونبش السباع وفي القهستاني وطوله على قدر طول الميت وعرضه على قدر نصف طوله (ردالمحتار ۲/۲۳۴) اسی طرح صندوقی (شق) سے بغلی (لحد) والی قبر بہتر ہے تاہم اس بات کی اجازت ہے کہ اگر زمین بہت نرم ہو' اور بغلی (لحد) قبر کھودنے کی صورت میں قبر کے بیٹھنے کا خطرہ ہو' تو پھر لحد والی قبر یا میت کو تابوت میں رکھ کر لحد میں رکھنے کے مابین اختیار ہے۔ کمافی ردالمحتار قوله يلحد لأنه السنة وصفة ان يحفر القبر ثم يحفر في جانب القبلة منه صغيرة فيوضع فيها الميت ويجعل ذلك كالبيت المسقف حليه وقوله ولا يشق وصفة أن يحفر في وسط القبرة منه صفيرة فيوضع فيها الميت (حلية) قوله إلا في أرض رخوة فيخير بين الشق واتخاذه تابوت عن الدر المنتقي ومثله في النهر ومقتضى المقابلة أنه يلحد يوضع التابوت في اللحدا ه (ردالمختار ۲/۲۳۴)......

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے صاحبزادے عامر بیان کرتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاصؓ نے اپنے مرض وفات میں وصیت فرمائی تھی کہ میرے واسطے بغلی قبر بنائی جائے۔اور اس کو بند کرنے کے لئے کچی اینٹیں کھڑی کر دی جائیں جیسے رسول ﷺ کے لئے کیا گیا تھا' (معارف الحدیث ۳/۳۵۲) اگرچہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں دونوں طرح کے قبریں بنائی جاتی تھیں لیکن افضل لحد کا طریقہ ہے۔ اسی طرح میت کے تدفین میں اس بات کا بھی لحاظ رکھنا اسلامی تعلیمات میں ضروری ہے کہ میت کو قبر میں مٹی پر ہی رکھا جائے' اور اس کی قبر کو کچی اینٹوں اور نرکل وغیرہ سے بند کر دیں اس لئے قبر میں میت کے نیچے کوئی فرش وغیرہ بچھانا مکروہ ہے' کماقال ابن عابدینؒ قال في الحلية ويكره أن يوضع تحت الميت في القبر مضربة أومخدة أو حصيرا و نحو ذلك (ردالمختار ۲/۲۳۴) ...... اس لئے فقہاء کرام نے بلاوجہ تابوت میں مردے کو دفنانے کے عمل کو مکروہ کہا ہے۔ کماقال ابن عابدینؒ وقد يقال يوضع التابوت في الشق اذا لم يكن فوقه بناء لئلا يرمس الميت في التراب أما اذا كان له سقف أوبناء معقود فوقه لقبور بلادنا ولم تكن

الارض ندية ولم يلحد فيكره التابوت (ردالمختار ۲/۲۳۴) ...... كما قال العلامة الحصكفيؒ ولأباس باتخاذ تابوت ولو من حجر او حديد له عند الحاجة كرخاوة الارض' قال ابن عابدينؒ تحته اى يرخص ذلك عند الحاجة و الاكره كما قدمناه انفا قال في الحلية نقل غير واحد عن الامام ابن الفضل أنه جوزه في أراضيهم لرخاوتهم وقال لكن ينبغي أن يفرش فيه التراب وتطين الطبقة العليا ممايلي الميت ويجعل اللبن الخفيف على يمين الميت ويساره ليصير بمنزلة اللحد والمراد بقوله ينبغي يسن كما أفصح به فخر الاسلام وغيره بل في الينابيع والسنة أن يفرش في القبر التراب ثم لم يتعقبوا الرخصة في اتخاذه من حديد بشئي ولا شك في كراهته كما هو ظاهر الوجه اه (ردالمختار ۲/۲۳۵)۔

لیکن اگر کہیں زمین نرم ہو جہاں قبر بیٹھ جانے کا خطرہ ہو یا مردہ کی حالت ایسی ہو کہ اس کو بغیر تابوت کے دفنانا ممکن نہ ہو' یا کسی ملک کا قانونی تقاضا ہو' تو پھر اس حالت اور ضرورت کے تحت مردے کو تابوت میں دفنایا جاسکتا ہے مگر میت کو تابوت میں رکھنے سے قبل تابوت کے اندر جس حصہ سے مردہ کا جسم لگتا ہے وہاں گارہ یا مٹی ڈالی جائے' اوپر والے حصے کو گارہ سے لیپ دیا جائے اور میت کے دائیں اور بائیں کچی اینٹیں رکھی جائیں۔

(۲) میت کو قبر میں دفنانا فرض کفایہ ہے لیکن اگر کوئی شخص سمندر کے اندر سفر کے دوران جہاز میں انتقال کر جائے تو اولاً کوشش یہ کی جائے کہ لاش کو ساحل تک لے جایا جائے' یا ساحل پر پہنچنے تک لاش کے خراب اور سڑنے سے محفوظ کرنے کا انتظام کیا جائے' تاکہ ساحل پر پہنچ کر اس لاش کو قبر میں دفن کیا جاسکے لیکن اگر ساحل تک پہنچنے یا لاش کو محفوظ رکھنے کا انتظام ممکن نہ ہو اور لاش کے گل سڑ جانے کا خطرہ ہو تو پھر میت کو غسل دے کر اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے۔ اور جنازہ پڑھنے کے بعد اس لاش کے ساتھ کوئی وزنی چیز باندھ کر لاش کو سمندر میں ڈال دیا جائے۔ كما قال العلامه ابن نجيم من مات في السفينة يغسل ويكفن ويصلى عليه ويرمى في البحر (البحرالرائق ۲/۱۹۳)...... وقال الحصكفيؒ مات في سفينة غسل وكفن وصلىٰ عليه والقى في البحر ان لم يكن قريباً من البر قال ابن عابدينؒ قوله وألقى في البحر قال في الفتح وعن أحمد يثقل ليرسب وعن الشافعية كذلك أن كان قريباً من دار الحرب وإلاشدّ بين لوحين ليقذفه البحر فيد فن (قوله أن لم يكن قريباً من البر) الظاهر تقديره بأن يكون بينهم وبين البر مدة يتغير الميت فيها ثم رأيت في نور الايضاح التغير بخوف الضرربه۔ (ردالمختار ۲/۲۳۵)

ادارہ

افکار و تاثرات ــــــــــ قارئین بنام مدیر

از: مولانا عبدالقیوم حقانی، مہتمم جامعہ ابوہریرہؓ خالق آباد نوشہرہ

مولانا راشد الحق حقانی سمیع صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ ! حالیہ دنوں میں یورپ کے دریدہ دہن و درندہ صفت صحافیوں نے محسنِ انسانیت رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے توہین آمیز کارٹونوں کی اشاعت کی۔ اس پر پوری دنیا کے مسلمان اُٹھ کھڑے ہوئے اور بجا طور پر اپنے غم و غصے کا اظہار کیا اور کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اربابِ قلم نے بھی اپنے فریضے کو انجام دے کر حرمتِ قلم کا پاس رکھا۔ مخدوم زادۂ مکرم! آپ نے جس طرح اور مدلل انداز میں اس فرضِ منصبی کو ادا کیا ہے، وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ مثلاً آپ نے لکھا کہ ''اور پھر دیکھتے دیکھتے یورپ بھر میں اس کی اشاعت کا بخار چڑھنے لگا اور یورپ اور امریکہ کے تمام اہم ممالک کے اخبارات نے ان تضحیک آمیز کارٹونوں کی اشاعت کو اپنا مذہبی فریضہ سمجھ کر نہ صرف اہمیت سے شائع کیا بلکہ اس نفرت کی آگ کو پھیلانے کی پوری پوری کوشش کی اور دنیا کے سامنے بار بار ''روشن'' منہ کالا کیا۔ یوں ان کے اندر کی چھپی ہوئی ''مہذب تہذیب'' اور جھوٹی ''رواداری'' ساری حدیں پھلانگ کر بیچ راستے میں برہنہ ہوگئی اور سچ لکھا کہ ''تعجب ہے کہ اگر الجزیرہ عرب ٹی وی چینل پر امریکی فوجیوں کی لاشیں دکھائی جائیں تو یہ اقدام قابل گرفت جرم بنتا ہے اور اگر بی بی سی ورلڈ ٹی وی چینل پر یہی خاکے دنیا بھر میں بار بار نشر کیے جائیں تو یہ ''آزادیٔ اظہارِ رائے'' کے زمرے میں آتا ہے۔ جبکہ ''ہولوکاسٹ'' سے متعلق کوئی کارٹون یا مواد یہودیوں کے خلاف یورپ میں چھاپا جائے تو فوراً کاروائی کی جاتی ہے۔

آخر میں ظالموں کے اس عمل کو گہری سازش ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''اب اُمت مسلمہ کے بے غیرت و بے حمیت حکمرانوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس ہتک آمیز واقعہ کے بعد اپنی صفیں درست کریں اور اپنے عوام کی ترجمانی کرتے ہوئے مغرب سے دوٹوک مذاکرات کریں کہ آخر تم کیا چاہتے ہو؟ دنیا کو امن کا گہوارہ بنانا چاہتے ہو یا جہنم کدہ؟...... ایڈیٹر کا قلم اعتدال کی روش پر ہے اور دلائل کے ذریعے اپنے اور مسلمانانِ عالم کے قابل قدر جذبات کو اربابِ بست و کشاد کے اذہان و قلوب میں اُتارنے میں کامیاب ہے۔ تجاویز ایسی دی گئیں ہیں کہ اگر اسلامی ملکوں کے حکمران جاگ رہے ہوں اور ہمت کر کے ان کو روبہ عمل لائیں تو چند دنوں میں یورپ و امریکہ گھٹنے ٹیک دے۔ لیکن حکمران مغرب اور امریکہ کی دوستی پر فخر کرتے ہیں، جنہوں نے ان کی ف ہٹا کر خر بنایا ہوا ہے۔ خر کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا کرتا۔ کمثل الحمار یحمل اسفاراً ...... ایسا اداریہ لکھنے پر جناب ایڈیٹر مبارک باد کے مستحق ہیں اور ساتھ ہی ساتھ حضرت اسعد مدنیؒ کی رحلت پر رُشحاتِ قلم بھی خاندانِ مدنیؒ کے ساتھ وابستگی کو افزوں کرتے ہیں۔ جناب مولانا عبدالرشید ارشد کی جدائی پر لرزاں قلم سے لرزا دینے والے خیالات رقم کئے گئے ہیں، جس سے ان کی شخصیت کا نقش گہرا ہوجاتا ہے۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔ والسلام (مولانا) عبدالقیوم حقانی

جناب شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب وروز

<u>حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کی بعض اہم مصروفیات</u> : ۲۵ فروری کو جامعہ نعیمیہ لاہور میں اتحاد تنظیمات مدارس کے کنونشن میں حضرت مہتمم مولانا سمیع الحق نے شرکت فرما کر مدلل اور بھرپور خطاب فرمایا' مدارس کے مسئلہ کے علاوہ توہین رسالتؐ کے شرمناک اقدامات کے مقاصد مذمومہ کو بے نقاب کیا۔

<u>نیپا لاہور میں شرکاء کورس سے خطاب</u>: ۸ مارچ کو بعد از نماز ظہر لاہور میں حکومت کے اعلیٰ افسران کے تربیتی کورس ادارہ نیپا میں شرکاء کورس کو دہشت گردی کے موضوع پر ایک گھنٹہ مدلل و موثر لیکچر دیا' تقریب کے دوسرے مہمان مقرر سابق وزیر داخلہ جنرل معین الدین حیدر تھے' انہوں نے مولانا مدظلہ کے خطاب کے بعد اپنے خیالات پیش کئے جوژولیدگی افکار اور پراگندہ خیالات کا شاہکار تھا جس کا مولانا مدظلہ نے سوالات و جوابات کے وقفہ میں بھرپور تعاقب کیا الحمدللہ شرکاء کورس مولانا مدظلہ کے خیالات سے بے حد مطمئن ہوئے۔

<u>حضرت مولانا مدظلہ کی وزیراعظم پاکستان سے وزیرستان کے حالات پر اہم ملاقات</u>: ۱۲ مارچ کو 6:00 بجے شام وزیراعظم ہاؤس میں وزیراعظم پاکستان سے حضرت مولانا مدظلہ کی ملاقات ہوئی جس میں مولانا مدظلہ نے وزیرستان کے تشویشناک حالات پر اپنی تشویش سے آگاہ کرتے ہوئے انہیں فوری طور پر عسکری آپریشن بند کر کے مذاکرات کی اہمیت پر توجہ دلائی اور واضح کیا کہ یہ راستہ مسئلہ کا حل نہیں تباہی ہے اور دشمن کی جنگ ہمیں اپنی سرزمین میں نہیں لڑنی چاہیے' ملاقات میں توہین رسالت کے موضوع پر دونوں کے درمیان تفصیلی تبادلہ خیال ہوا۔ وزیراعظم نے اپنے حالیہ دورہ برطانیہ میں اس سلسلہ میں کئے گئے اقدامات کے بارے میں بتایا۔ مولانا سمیع الحق صاحب نے انہیں اس مسئلے کے مستقل حل کے لئے حکومتی اور بین الاقوامی سطح پر تجاویز سے آگاہ کیا' ملاقات میں مولانا حامد الحق حقانی ایم این اے' جناب اکرام اللہ شاہد سابق ڈپٹی سپیکر سرحد اسمبلی مولانا سید یوسف شاہ صاحب' مولانا راشد الحق ایڈیٹر الحق اور جناب شفیق فاروقی معاون خصوصی مولانا مدظلہ بھی شریک تھے۔

<u>نئے دارالمدرسین کی سنگ بنیاد</u>: دارالعلوم میں اساتذہ و عملہ کی رہائش گاہوں کی قلت سے شدید دشواریاں ہیں۔ ۷ مارچ ۲۰۰۶ء بروز منگل کو ایوان شریعت کے عقبی میدان میں دارالمدرسین کا سنگ بنیاد حضرت مہتمم صاحب اور دیگر اساتذہ کرام سے رکھوایا گیا۔ یہ عمارت چار منزلہ اور سولہ مکانات (فلیٹ لاجز) پر مشتمل ہوگی۔ اہل خیر سے تعاون اور دعاؤں کی اپیل ہے۔ اس موقع پر نائب مہتمم حضرت مولانا انوار الحق صاحب' شیخ الحدیث حضرت مولانا

مغفور اللہ صاحب' حضرت مولانا مفتی سیف اللہ صاحب۔حضرت مولانا قاضی انوار الدین صاحب خطیب شہر اور دیگر اکابر بھی شریک تھے۔اس موقع پر پہلے دو معصوم طلباء سے سنگ بنیاد رکھوایا گیا اور خصوصی دعا بھی کی گئی۔

دارالعلوم کے اہم شعبہ تعلیم القرآن حقانیہ ہائی سکول کے امتحانات: ۶/مارچ ۲۰۰۶ء بروز پیر کو تقریب امتحانات میں حضرت مہتمم صاحب نے خود شرکت کی اور سکول میں اسلامیات کے نصاب امتحانات میں خصوصی حصہ لیا۔اس موقع پر تقریب میں بچوں کے والدین اور سرپرست بھی بڑی تعداد میں شریک ہوئے۔سکول کے پرنسپل جناب سردار حسین نے تقریب کو بہتر سے بہتر بنانے میں بڑی محنت کی۔

تبلیغی جماعت کے عظیم رہنما حضرت مولانا طارق جمیل مدظلہ کی دارالعلوم آمد اور خطاب: تبلیغی جماعت کے عظیم رہنما اور موثر قوت بیان کے بہترین خطیب حضرت مولانا طارق جمیل صاحب نے ۱۴/مارچ کو بعد از نماز ظہر جامع مسجد دارالعلوم میں دو گھنٹے تک عالمانہ اور حکیمانہ خطاب فرمایا جس میں طلبہ کے علاوہ صوبہ سرحد و پنجاب سے بھی کافی اہم حضرات شریک ہوئے' آپ کے دورہ سے طلبہ پر نہایت مثبت اثرات مرتب ہوئے۔

اساتذہ دارالعلوم صاحبزادگان گرامی کی تقریب شادی: اساتذہ دارالعلوم شیخ الحدیث قدس سرہ کے خاندان کے تین صاحبزادگان احفاء کرام جو الحمدللہ عرصہ سے دارالعلوم کے شعبہ تدریس سے وابستہ ہیں' کی شادی کی تقریبات اس مہینہ میں انجام پائیں۔مولانا حافظ عرفان الحق ابن جناب الحاج اظہار الحق ناظم دارالعلوم کی شادی حضرت مہتمم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی صاحبزادی سے ۲۴ فروری کو ہوئی۔تقریب رخصتی میں علماء عمائدین ملک وملت سیاسی زعماء سفراء ممبران پارلیمنٹ اور معلقین نے بڑی تعداد میں شرکت کی جسمیں سینٹ کے چیئرمین جناب محمد میاں سومرو' قومی اسمبلی کے سپیکر جناب چودھری امیر حسین' سعودی عرب کے سفیر جناب عواد العیسری' لیبیا کے سفیر عبدالماجد اور جمعیت الدعوۃ پاکستان کے مسئول جناب الشیخ عبداللہ جبران صاحب اور دیگر اہم حضرات شریک ہوئے۔رسم نکاح دارالعلوم کے وسیع ہال ایوان شریعت میں ادا کی گئی۔بقیۃ السلف حضرت مولانا عبدالحنان صاحب فاضل دارالعلوم دیوبند' جو حضرت مولانا سمیع الحق' مولانا انوار الحق اور دیگر بھائیوں کے سگے ماموں ہیں نے نکاح پڑھایا۔دوسری تقریب حضرت مولانا انوار الحق صاحب نائب مہتمم کے صاحبزادے مولانا سلمان الحق کے نکاح کی تھی' جو ۱۰/مارچ کو منعقد ہوئی۔نکاح جامعہ اشرفیہ عیدگاہ پشاور میں مرحوم حضرت مولانا محمد اشرف علی قریشیؒ (جن کا چند ماہ پہلے انتقال ہوا) کی صاحبزادی سے ہوا جو مولانا سمیع الحق اور دیگر برادران کی سگی بھانجی ہیں۔نکاح کی تقریب میں صوبہ بھر کے اہم علماء ومشائخ نے شرکت کی۔نکاح جامعہ اشرفیہ کے نائب مہتمم حضرت مولانا فضل رحیم صاحب نے پڑھایا۔دعوت ولیمہ ۱۲/مارچ کو حضرت مولانا انوار الحق صاحب کے مکان پر دیا گیا۔تیسرا نکاح جناب الحاج اظہار الحق کے صاحبزادے مولانا لقمان الحق کا ۲۳ فروری کو جہانگیرہ میں جناب حفظ الرحمان صاحب کی صاحبزادی سے ہوا۔یہ بھی حضرت مولانا سمیع الحق کی سگی بھانجی ہیں اور اسی دن رخصتی ہوئی۔ادارہ ان سب کی خوشیوں میں شریک اور دلی مبارکباد پیش کرتا ہے۔

مولانا ابرار اللہ حقانی

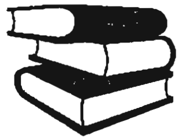

تعارف تبصرہ کتب

نام کتاب: کشکولِ معرفت (مکمل) افادات : حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

نام مؤلف: مولانا عبدالقیوم حقانی ضخامت :۴۵۷ صفحات

قیمت :180 روپے ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان

کشکولِ معرفت معروف اسکالر، عظیم داعی، مفسرِ قرآن وشارحِ حدیث حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کا مجموعہ ہے۔ گیارہ سالہ مکتوبات کے اِس خزینہ کو سال بہ سال پر تقسیم کیا گیا ہے، تاکہ قاری لمحوں کے دامن میں سالوں کی مسافت طے کر سکے۔ پڑھنے والا یوں محسوس کرتا ہے جیسے وہ لمحہ بہ لمحہ ترقی کی جانب رواں دواں ہے۔ یہ ترقی سالِ اوّل کے مکتوبات سے شروع ہوتی ہے۔ رزمِ حق و باطل کا یہ سفر نسبت اساطین علم وتقوئ سے اپنی منزل کی جانب بڑھتا ہے۔ نسبت کی مضبوطی کے ساتھ ہی باطل فتنوں کا تعاقب اور ان سے دفاع کی ضرورت واہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ امامِ اعظم ابوحنیفہؒ کے دفاع کے لئے دقیع مقدمہ تحریر کرنے کے بعد راستہ متعین ہوگیا تو افراط و تفریط سے بچنے کا سامان اکابر سے نظرِ اصلاح کی صورت میں فراہم کیا گیا ہے۔

سالِ دوم کے مکتوبات سے پہلے شرح صدر اور حفظ العلم کے لئے خصوصی نبوی وظیفہ بتایا گیا ہے، کیونکہ آگے تصوف وسلوک کی مشکل گھاٹیوں کو عبور کرنے کا مسئلہ درپیش تھا۔ یہ مؤلف یعنی مکتوب الیہ مولانا عبدالقیوم حقانی کا کمالِ فن ہے کہ ترتیب میں تربیت کا خاص خیال رکھتے ہوئے آگے بڑھتے جا رہے ہیں۔ اس باب کو قاری محسوس کرتا ہے کہ جیسے وہ منازلِ سلوک طے کر رہا ہے جس میں تواضع کی انتہا بھی ہے۔ مقامِ احسان کا منظر بھی اور تصوف وسلوک کا خلاصہ بھی۔ حقانی صاحب حضرت کے مرید ہیں۔ مکاتیب کا یہ مجموعہ غماض ہے کہ مراد بھی ہیں۔ تزکیۂ نفس کے بعد تیسرے سال کے مکتوبات کو ولذکر اللہ اکبر سے شروع کیا گیا ہے۔ اس باب کا خلاصہ اعمال، تعلیم وتعلم وخدمت ہے۔ سالِ چہارم کے مکتوبات میں مردِ خوش اوقات کی راتوں کو روشن کیا گیا ہے۔ ساتھ ساتھ کسبِ حلال صدقِ مقال، حسنِ اعمال اور خیر المال پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔

غرضیکہ کتاب کشکولِ معرفت بھی ہے اور گنجینۂ علوم بھی۔ اس کتاب سے شخصیت کی تعمیر نہایت بہتر انداز میں ہوسکتی ہے۔ کتاب میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ اور دارالعلوم حقانیہ اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے ساتھ حضرت قاضی صاحبؒ نے جس محبت اور عقیدت کا اظہار کیا ہے وہ بھی ایک تاریخی شہادت اور دستاویز ہے۔

کتاب کا یہ تیسرا ایڈیشن ہے اور دن بدن اس کی افادیت واثر کی وجہ سے مانگ میں اضافہ ہورہا ہے۔ خاص طور پر اس میں ایک مضمون ایسا بھی ہے جس کو صدیوں تک کیلئے لپیٹ دیا گیا ہے۔ ایسے محکم دلائل و براہین کے ساتھ کہ اب لوگ علامہ اقبالؒ کے وہ اشعار پڑھتے ہوئے خود ہی اپنے دل میں شرمندگی محسوس کریں گے۔ اکابر علماءِ دیوبند کی علمی عظمت، امام ابوحنیفہؒ کی فقہی ثقاہت، مولانا حسین احمد مدنیؒ کی بے داغ سیاست، کشکولِ معرفت کی فصاحت و بلاغت سے مدلول ہے۔ کتاب بے داغ ہے، البتہ اگلے ایڈیشن کی جانب پابہ رکاب ہونے سے پہلے صفحہ ۳۶۹ کا ''پابہ رکات'' درست کردیا جائے۔

نام کتاب :درسِ علم وعرفان　　مصنف: مولانا عبدالقیوم حقانی　　ضخامت :75 صفحات

قیمت :56 روپے　　ناشر: القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان

انتہائی مختصر اور جامع کتاب اس وقت ہمارے ہاتھ میں ہے جو معروف محقق اور نامور مصنف مولانا عبدالقیوم حقانی کے افاداتِ پُراثر پر مشتمل ہے۔ یہ درسِ علم وعرفان ہے۔ اس میں اصلاحی، علمی اور روحانی جواہر پارے ہیں۔ مصنف کی یہ خوبی ہے کہ کتاب مختصر ہو، مگر استفادہ کرنے والوں کا ہجومِ بیکراں اس کی تحریر کی چاشنی، سلاست و روانی اور ذوقِ وجدانی سے لطف اندوز ہو۔ کتاب میں ایسی جاذبیت اور کشش ہے کہ ایک بار پڑھنے کے بعد بار بار پڑھنے کو دل چاہتا ہے۔ دولتِ یقین کو حاصل کرنے کے اور ازدیادِ قوتِ ایمان کے لئے اس کتاب کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے۔

پچھتر (۷۵) صفحات، مضبوط جلد بندی اور قیمت صرف 56 روپے۔ 56 کا عدد بھی خوب ہے۔ کتاب گو کہ مختصر ہے مگر زیادہ وقت لے کر غور وفکر سے پڑھا جائے۔ پڑھنے والا یقین وایمان کے ازدیاد سے بہرہ ور ہوگا۔ اس میں دینِ حق کا پیغام بھی ہے اور حضوری قلب کے ساتھ حاضری بھی۔ مؤمنین کے ساتھ خاص تعلق پیدا ہوگا۔ غیراللہ کی عبدیت سے آزادی بھی نصیب ہوگی۔ اس طرح کے ۴۷ عنوانات سے کتاب کو مزین کیا گیا ہے۔ جس میں بجائے خود ہر ایک عنوان کتاب کی جان ہے۔ کتاب کا مقصد قاری کی نظر کا ارتکاز ربّ الوسائل پر مستحکم کرنا معلوم ہوتا ہے جو عین مقصود ہے۔ کتاب ٹھیک ہے البتہ صفحہ نمبر ۳۵ پر ''اساب قطعیہ'' کو ''اسبابِ قطعیہ'' کردیا جائے۔

نام کتاب :علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نمبر　　تالیف: مولانا عبدالقیوم حقانی　　ضخامت :439 صفحات

ناشر: القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان

زیر تبصرہ نمبر بھی حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کی کوششوں کا حسین گلدستہ ہے۔ مولانا کے زیر سرپرستی شائع ہونے والا مجلّہ ''القاسم'' اور ان کا ادارہ جامعہ ابوہریرہؓ روز بروز ترقی کے اعلیٰ منازل طے کررہے ہیں

اس میں بالیقین اس کے بانی مولانا عبدالقیوم حقانی کے خلوص کا نہ صرف دخل ہے بلکہ علم، عمل اور اخلاص کو جمع کرنے سے جو نتیجہ نکلنا چاہئے وہ علمی و ادبی حلقوں کے سامنے نمایاں ہے۔

مجلوں کے خصوصی نمبرات کی دنیا میں آپ اپنے منفرد اندازِ تحریر، طریقۂ کار، تذکار و سوانحات کے ذریعے نمبر لے گئے ہیں۔ شخصیات کو اشخاص کے اذہان و قلوب میں کچھ اس طرح پیوست کرتے ہیں کہ پڑھنے والے خود ایک شخصیت کے مالک بن جاتے ہیں۔ بایں وجہ زیر تبصرہ نمبر کا شدت سے انتظار تھا اور کیوں نہ ہوتا کہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی شخصیت ہی ایسی ہے جو کسی تعارف کی محتاج نہیں۔

یہ نمبر اپنی افادیت، تحقیق و تدقیق کے حوالے سے لمحوں کے دامن میں صدیوں تک مفید ثابت ہوگا۔ کتاب بہترین مجلد کی گئی ہے۔ یہ کتاب مختلف ابواب میں تقسیم کی گئی ہیں۔ باب اوّل سے پہلے ہدیۂ تبریک میں فانی ہے، نقشِ اوّل میں حقانی ہے۔ بابِ اوّل کے شروع میں عراقی ہے، آخر میں ملتانی ہے۔ بابِ دوم کے آخر میں محمد یوسف لدھیانوی ہے۔ بابِ سوم اوصاف و کمالات کا ہے۔ بابِ چہارم تفسیر عثمانی کی عظمت و افادیت کا ہے جس کے شروع میں ملکانوی ہے آخر میں مولانا فیض احمد ملتانی ہے۔ بابِ پنجم سیاسیاتِ عثمانی پر مشتمل ہے، جس کے اوّل میں راشدی اور آخر میں بخاری ہے۔ بابِ ششم افاداتِ عثمانی کی تفہیم کا ہے، جس کے اوّل میں کاندھلوی ہے اور آخر میں قیصرانی ہے۔ بابِ ہفتم میں سفرِ آخرت ہے جس میں حضرت کے سفرِ آخرت کو ایسے صبر و تحمل سے بیان کیا گیا ہے کہ عقیدۂ آخرت پر یقین پختہ ہو جاتا ہے۔

یہ دنیا فانی ہے، ہر ایک کو موت آنی ہے، موت سے پہلے تیاری کرنا ہر شخص کے ذمے ہے۔ دنیا کی رنگینیوں میں دل کو اُلجھانا اور آخرت کو بھول جانا دانشمندی کی دلیل نہیں ہے۔ دل کو دنیا سے نکالنے اور فکر آخرت میں ڈالنے کے لئے عثمانی نمبر مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ یہ اُس شخصیت کا نمبر ہے جس کے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ خصوصی طور پر بڑے مداح تھے اور اپنا عمامہ آپ کے سر پر رکھا۔

کتاب ظاہری و باطنی حسن سے مالا مال ہے۔ بعض جگہ کتاب کی غلطیاں کھٹکتی ہیں۔ اُمید ہے آئندہ ایڈیشن میں یہ سقم بھی دور کر دیا جائے گا۔ مثلاً صفحہ نمبر ۲۳ پر قل انما الی آخرہ آیہ کے ترجمہ میں تو کہہ میں بھی ایک آدمی ہوں جیسے تم "کو" حکم آتا ہے مجھ کو کہ معبود تمہارا ایک معبود ہے...... تم اور حکم کے درمیان "کو" کو وہ گراں کی صورت اختیار کر گیا ہے، جس پر یہ قرآن نازل ہوتا تو ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ اس "کو" کو ریزہ ریزہ کر دیا جائے۔ چونکہ معاملہ ترجمے کا تھا، اس لئے اس غلطی کا تذکرہ مجبوری تھی۔ باقی خود اربابِ علم و دانش صحیح کر کے پڑھیں گے۔

صدیقی ٹرسٹ، جامعہ ابوہریرہ، کتب خانہ رشیدیہ، مکتبہ سید احمد شہید، مکتبہ بخاری، جامعہ ابوہریرہ چنوں موم ضلع سیالکوٹ کے علاوہ اکوڑہ خٹک اور پشاور کے ہر کتب خانہ میں یہ کتاب دستیاب ہے۔

أَلْأُمُّ مَدْرَسَةٌ إِذَا أَعْدَدْتَهَا أَعْدَدْتَ شَعْبًا طَيِّبَ الْأَعْرَاقِ

ماں ایک ایسا مدرسہ ہے اگر تُو نے اسے تیار کر دیا تو اعلیٰ اور عمدہ نسل کی ایک قوم تیار کر دی

بچیوں کی اعلیٰ دینی تعلیم کا عظیم منصوبہ

الجامعۃ المحمدیۃ للبنات

معہد تحفیظ القرآن الکریم

داخلہ

حفظ کامل قرآنِ پاک مع پرائمری تعلیم

داخلہ جاری ہے

الجامعۃ المحمدیۃ للبنات فیصل آباد کی مجلس منتظمہ نے طے کیا کہ الجامعۃ المحمدیۃ میں ایسا معہد (INSTITUTION) قائم کریں جس میں قرآنِ پاک کی تحفیظ پر خصوصی توجہ دی جائے اور اس معہد میں چھ سال عمر رکھنے والی طالبہ کو داخلہ دیا جائے کیونکہ حافظہ (MEMORY) کی تربیت کی بہترین عمر چھ سے بارہ سال تک ہے کیونکہ اس عمر میں حافظہ ایک بڑھکتے ہوئے شعلے کی مانند ہوتا ہے، اور اس دوران بچہ حفظ کرنے اور اُس کے اظہار پر زیادہ قادر ہوتا ہے اور جو چیز بھی ایک بچہ یا بچی اس عمر میں یاد کرلے وہ اسے بہت کم بھولتی ہے۔ اس لیے مجلس منتظمہ نے فیصلہ کیا کہ معہد تحفیظ القرآن الکریم میں طالبہ کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ پرائمری پاس کرنے کے ساتھ ساتھ پورا قرآنِ پاک یاد کرلے۔ اگر کوئی طالبہ اپنی استعداد اور حافظہ کے قوی ہونے کی وجہ سے پرائمری پاس کرنے سے پہلے قرآنِ پاک حفظ کرلیتی ہے تو اس کی حوصلہ افزائی کی جائے گی، البتہ جو طالبہ قرآنِ پاک حفظ کرنے سے قاصر ہوگی اس کے ورثاء سے مشورہ کے بعد اسے پارہ عمّ حفظ کرا کر باقی ماندہ قرآنِ پاک ناظرہ پڑھا دیا جائے گا۔

معہد القرآن الکریم میں داخلہ کی شرائط

○ طالبہ کی عمر سات سال سے زائد نہ ہو۔ ○ طالبہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ مقررہ زبانی امتحان پاس کرے۔

بیرونی طالبات کے لئے

کھانے پینے اور رہائش کی تمام سہولتوں سے آراستہ وسیع و عریض دارالاقامۃ موجود ہے

معہد تحفیظ القرآن الکریم کا 6 سالہ نصاب تعلیم اور قواعد و ضوابط (prospectus) آپ جامعہ کے دفتر سے حاصل کر سکتے ہیں یا بذریعہ ڈاک منگوا سکتے ہیں۔

غلام مصطفیٰ حسن مہتمم الجامعۃ المحمدیۃ للبنات ۸۶ اے کشمیر روڈ، غلام محمد آباد فیصل آباد ○ پاکستان

Phone : 041 - 2691700 / 2681700 Fax : 041 - 2682700

أَلْأُمُّ مَدْرَسَةٌ إِذَا أَعْدَدْتَهَا أَعْدَدْتَ شَعْبًا طَيِّبَ الْأَعْرَاقِ

ماں ایک ایسا مدرسہ ہے اگر تو نے اسے تیار کر دیا تو اعلیٰ اور عمدہ نسل کی ایک قوم تیار کر دی

بچیوں کی اعلیٰ دینی تعلیم کا عظیم منصوبہ

الجامعۃ المحمدیۃ للبنات

داخلہ

کُلِّیَّۃُ الشَّرِیْعَۃِ وَ أُصُوْلُ الدِّیْنِ

چھ سال میں دورۂ حدیث اور ایم اے عربی یا ایم اے اسلامیات

داخلہ جاری ہے

طالبہ اس مرحلے میں علوم عربیہ اور دینیہ میں سے صرف، نحو، بلاغۃ، عربی ادب، فقہ، اصولِ فقہ، تفسیر، اصولِ تفسیر، حدیث، اصولِ حدیث، فرائض، اسلامی تاریخ اور سیرت کی تعلیم حاصل کرے گی اور علوم عصریہ میں سے وہ جملہ علوم حاصل کرے گی جو عورتوں کے ساتھ مختص ہیں یا اسلامی معاشرے کی مصلحت اس کی متقضی ہے تاکہ جہاں وہ اسلامی اور عصری ثقافت سے مکمل طور پر آگاہ اور باخبر ہو، وہاں اس دور کی نئی نسل کی تربیت پر بھی قادر ہو، اور ایک عظیم ماں، مثالی بیوی، بیدار مغز بہن اور پابندِ شریعت بیٹی کا کردار ادا کر سکے۔

کُلِّیَّۃُ الشَّرِیْعَۃِ وَأُصُوْلِ الدِّیْنِ بِالْجَامِعَۃِ الْمُحَمَّدِیَّۃِ لِلْبَنَات کا چار سالہ نصاب تعلیم اور قواعد و ضوابط (prospectus) آپ جامعہ کے دفتر سے حاصل کر سکتے ہیں یا بذریعہ ڈاک منگوا سکتے ہیں۔

کُلِّیَّۃُ الشَّرِیْعَۃِ وَ أُصُوْلُ الدِّیْنِ میں داخلہ کی شروط :

- طالبہ کی عمر ۱۸ سال سے زائد نہ ہو۔
- طالبہ نے میٹرک کا امتحان کم از کم (سی) گریڈ میں پاس کیا ہو۔

بیرونی طالبات کے لئے

کھانے پینے اور رہائش کی تمام سہولتوں سے آراستہ وسیع و عریض دار الاقامۃ موجود ہے

غلام مصطفیٰ حسن مہتمم الجامعۃ المحمدیۃ للبنات ۸۶-اے کشمیر روڈ، غلام محمد آباد فیصل آباد ○ پاکستان

Phone : 041 - 2691700 / 2681700 Fax : 041 - 2682700

ہمدرد
صُدوری
Tough on Cough
کھانسی خشک ہو یا بلغمی، صدوری اپنے نباتاتی اجزاء کی بدولت فوری اثر دکھاتی ہے اور سینے کی جکڑن دور کر کے کھانسی کی تکالیف سے مکمل نجات دلاتی ہے۔
FOR COUGH & COLD
Suduri
Hamdard
Manufactured by Hamdard Laboratories (Waqf) Pakistan
صدوری
شوگر فری میں بھی
ہمدرد
ہمدرد لیبارٹیز (وقف) پاکستان
Blitz DDB

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

مطبوعات مؤتمر المصنفین

نمبر شمار	نام کتاب	تصنیف	افادات	صفحات
۱۔	حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذیؒ	حضرت مولانا سمیع الحق	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ	۵۳۶
۲۔	دعوات حق ۔ (مکمل دو جلد)	" " "	" " " " "	۱۱۹۲
۳۔	قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ	" " "	" " " " "	۴۰۰
۴۔	عبادات و عبدیت	" " "	" " " " "	۸۸
۵۔	مسئلہ خلافت و شہادت	" " "	" " " " "	۱۰۴
۶۔	صحبتے با اہل حق (مجلد)	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۴۰۸
۷۔	اسلام اور عصر حاضر (مجلد)	حضرت مولانا سمیع الحق	حضرت مولانا سمیع الحق صاحب	۴۶۰
۸۔	قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق	" " "	" " " " "	۹۶
۹۔	کاروان آخرت (مجلد)	" " "	" " " " "	۴۴۶
۱۰۔	شیخ الحدیث مولانا عبدالحق خصوصی نمبر	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۱۲۰۰
۱۱۔	قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف	حضرت مولانا سمیع الحق	" " " " "	۲۰۸
۱۲۔	قادیان سے اسرائیل تک	" " "	" " " " "	۲۲۴
۱۳۔	قومی اور ملی مسائل پر جمعیت کا موقف	" " "	" " " " "	۔
۱۴۔	میری علمی اور مطالعاتی زندگی (مجلد)	" " "	" " " " "	۵۶۰
۱۵۔	روسی الحاد	" " "	" " " " "	۲۲۰
۱۶۔	فتاویٰ حقانیہ	مولانا مفتی مختار اللہ	حضرت شیخ الحدیث و مفتیان حقانیہ	۳۶۰۰
۱۷۔	خطبات حق	" " "	حضرت مولانا سمیع الحق صاحب	۴۵۰
۱۸۔	نظام اکل و شرب	" " "	" " " " "	۴۵۰
۱۹۔	صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۵۰۰
۲۰۔	شرح شمائل ترمذی		" " " " "	زیر طبع
۲۱۔	مروجہ کرنسی کیلئے معیار نصاب سونا یا چاندی	مولانا مفتی مختار اللہ	مولانا مفتی مختار اللہ	مطبوعہ
۲۲۔	انوار حق (جلد اول)	حافظ سلمان الحق حقانی	حضرت مولانا انوار الحق حقانی	۲۶۰

مؤتمر المصنفین ○ جامعہ دار العلوم حقانیہ ○ اکوڑہ خٹک